عرفت اقتضاء عوارف المعارف آلهیه که بر انسان
خصوصا فایض و بر جملهٔ ممکنات عموما فایز اند آنکه
لمعات صدق و اخلاص وقف روشنی قنادیل
حضرت خداوندی گردانند که رشحهٔ وجود عالم
بلکه عالم وجود قطره ایست از رشحات بحر جود او ظهور
نور شهودش لائحه ایست از شهود وجود او منشی که
بیک کلمهٔ کن چندین هزار کلمات حقایق را از
کتاب ذات بر لوح قدرت نگاشت و انسان را
که هم لطیفهٔ قلبیه و هم صحیفهٔ کاملهٔ جمعیه است از لطائف
القدس عنایت خویش رساله لطیف ساخت
آنکه که بمحض اولیت از راه ربوبیت آدم را اول

عوارف معارف الٰہیہ کا جو انسان پر خصوصًا نازل
اور تمام ممکنات پر عمومًا فایز ہین عرفت و مقتضا
یہ ہے کہ صدق و خلوص کی روشنیان اوس مالک
کے نور تجلیات پر وقف کی جائین جس کے رشحات
بحر جود سے وجود عالم بلکہ خود عالم وجود ایک قطرہ ہے
اور جس کے نور شہود کا ظہور اوس کے شہود وجود کی ایک
چمک ہے ایسا منشی جس نے کتاب ذات کے
ایک کلمۂ کن سے ہزارون کلمات حقایق لوح قدرت
پر لکھ دیے اور انسان کو جو لطیفۂ قلبیہ و نیز صحیفۂ کاملہ
جمعیہ ہے اپنے لطائف القدس عنایت سے ایک
لطیف رسالہ بنایا اور جس نے محض اولیت سبب ربوبیت آدم کا

بنی آدم گردانید وخلعت خلافت بمؤداے اِنِّی
جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً بخشید وآخر از ذریات
او انبیاء واولیاء را بمزید عنایت وکرامت مخصوص
کرد ودر حجر رعایت وحمایت خود بپرورد وسرآمد ہمہ
کہ ومہ خاتم المرسلین وافضل النبیین را فرمودہ بر تخت
محبوبیت نشاند وتاج اجتبا بر سر نہاد وطریق تنفیذ
ہدایت او بر جن وانس وملک وملکوت کشاد وعلماء
امت او را بمصداق علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل
بخلافت دعوت نبوت بجاے انبیا پس آنہا
ودامن ہمت این پاکبازان را از لوث اغراض
دنیہ دنیویہ پاک بافشاند از ینجاست کہ دست ہمت
ایشان از نعمت کونین کوتاہ است وپاے طلب در
راہ ایشان مانند سیاحان بیداے طریقت سیاحان
دریاے حقیقت واز فرط رحمت بر ہر حرکت وسکنے
از جوارح وجوانح ایشان نقیبے از نقباے حشمت خود
برگماشت وبطریق تزکیہ تصفیہ نفوس وقلوب
ایشان را از ملابس صفات انسلاخ فرمود وخلعت وجود
باقی بر بدن ایشان بدل آن راست نمود وصلوتے
کہ اثر آن درآجل وعاجل بماند سزاوار بارگاہ سید

ابو البشر کیا اور خلعت خلافت بمصداق اِنِّی جَاعِلٌ[سلہ]
فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً بخشا اور آخر مین اون کی اولاد
سے انبیاء واولیاء کو بزیادتی عنایت وکرامت مخصوص
اور اپنے آغوش رعایت وحمایت مین پرورش کیا
اور سب کا سردار خاتم المرسلین افضل النبیین کو فرما کر
تخت محبوبیت پر بٹھایا اور بزرگی کا تاج اون کے سر
پر رکھا اور اون کے طریقہ اجراے احکام ہدایت کو
جن وانس وملائک وملکوت پر کھولا اور اون کے علماء امت
کو بمصداق ایسکے کہ میرے علماء امت انبیاء بنی اسرائیل کے
ایسے ہین انبیاء کا خلیفہ کیا اور ان پاکبازون کی دامن
ہمت کو دنیاوی اغراض مین آلودگی سے پاک رکھا
اسی لیے انھون نے کونین کی نعمتون سے ہاتھ اوٹھایا
اور راہ طلب مین قدم رکھا ہے یہی لوگ میدان طریقت
کے طے کرنے والے اور دریاے حقیقت کے تیرنے والے
ہین اور بکمال رحمت ان کے تمام اعضاء کے حرکات و
سکنات پر اپنے نقباے حشمت سے ایک نقیب مقرر
کیا اور تزکیہ وتصفیہ سے انکے نفوس وقلوب کو حجابات صفات سے
جدا کیا اور بجاے اسکے وجود باقی کا خلعت انکو عطا کیا اور درود
درود جسکا اثر جلی ہوا اور دیر پا ہے وہی اس ذات بابرکات کے لائق ہے

سلہ مین بنانے والا ہون زمین مین ایک نائب ۱۲

کہ تمامہ انبیاء را پیشوائی بحق اوست و جملۂ
اصفیا را رہنمائے مطلق او صلے اللہ علیہ وعلی
آلہ الطاہرین واصحابہ الزاہرین
اما بعد بر قاصدان کعبۂ حقیقت و سالکان مسالک
شریعت پوشیدہ نیست کہ کتاب عوارف المعارف
حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی در علم عالی
تصوف از متانت عبارت و رزانت اشارت
مشتہر است در عموم کالشمس بین النجوم کہ از غایت
احتیاج محتاج بہ تذکیر و تذکار نیست الحق کہ فتاوٰی
تصوف است و لب لباب شرح تعرف دیباچۂ ش
از دقت لغات مشکلہ فہمیدن دشوار تا بہ فہمیدن
خاتمہ اش چہ رسد چون بندۂ احقر مشہور بہ انور
ابن قدوۃ السالکین وعمدۃ العارفین الوحید الفرید
الفقید النذیر خلف سلف الاثر مولانا شاہ علی اکبر قلندر
مدظلہ العالی ابن الشیخ الاکبر آیۃ من آیات اللہ و
معجزۃ من معجزات رسول اللہ صاحب مقامات
کشف و عیان دانائے احوال اعیان و اکوان
ذو السلسلۃ الازہر مولانا وجدنا شاہ حیدر علی قلندر
نور اللہ ضریحہ المنور وصیّر مرقدہ کاظم الاثر وخوشہ چین

جو تمام انبیاء و اصفیاء کی پیشوا اور رہنما ہے خدا کا درود و سلام
آپ اور آپ کی اولاد پاک اصحاب تابناک پر
اسکے بعد قاصدین کعبۂ حقیقت و سالکین مسالک شریعت
کو معلوم ہو کہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کی
کتاب عوارف المعارف علم تصوف میں اپنی خوبی
عبارت و عمدگی اشارت سے عام میں ایسی مشہور ہے
جیسے تارون میں آفتاب اور بوجہ اپنی غایت احتیاج
کے کسی ذکر و تذکرہ کی محتاج نہیں سچ تو یہ ہے کہ وہ
تصوف کا فتاوے ہے اور شرح تعرف کا خلاصہ ہے جب
اوس کا دیباچہ ہی مشکل لفظون کی وجہ سے سمجھنا
دشوار ہے تو خاتمہ تک سمجھنے کو کوئی کیا کہے۔
بندۂ احقر مشہور بہ انور ابن قدوۃ السالکین و
عمدۃ العارفین وحید فرید فقید نذیر خلف سلف الاثر
مولانا شاہ علی اکبر قلندر مدظلہ العالی ابن شیخ اکبر
آیت الٰہی و معجزۂ رسالت پناہی صاحب مقامات
کشف و عیان دانائے احوال اعیان اکوان
صاحب سلسلۂ ازہر مولانا و جدنا شاہ
حیدر علی قلندر نور اللہ ضریحہ المنور و
صیّر مرقدہ کاظم الاثر و خوشہ چین

خرمن افاضت حضرت قدر قدرت محی الوقت
غوث السالکین غیاث العارفین کاشف اسرار توحید
حافظ اذکار تفرید مولانا و استاذنا شاه تقی علی
قلندر عطر الله مضجعه المعطر بامعان نظر بمطالعه این
کتاب سید برکت نصاب مشرف شد بعضی صدیق
رفیق خواستگار آن شدند که ترجمهٔ خطبهٔ آن بطور شرح
نوشته دهم لاجرم بپاس خاطر شان خامه بدست
آوردم و بجلسات چند شرح آن حسب استعداد خود
نوشته دادم و چون این کتاب مستطاب بلحاظ کثرت
شروح خویش در صرف قلم بسیارے از مشایخ آمد لهذا نام این
رساله نخبة الصوارف فی ترجمة خطبة العوارف
گردانیدم امید که مقبول اخوان باصفا گردد اکنون
شروع به مطلب میکنم و میگویم قال الشیخ السهروردی رح

خرمن افاضت حضرت قدر قدرت محی الوقت
غوث السالکین غیاث العارفین کاشف اسرار
توحید حافظ اذکار تفرید مولانا و استاذنا شاه
تقی علی قلندر عطر الله مضجعه المعطر نے حسب بغور اس
کتاب برکت نصاب کا مطالعہ کیا تو بعض دوستون
نے یہ خواہش کی کہ خطبہ کا ترجمہ بطور شرح مین
لکھدون لہذا اون کی خاطر سے مین نے قلم اوٹھا کر
اوس کی شرح حسب استعداد خود چند جلسون مین
لکھ ڈالی اور چونکہ یہ کتاب بلحاظ کثرت شروح
بہت سے مشایخ کے صرف قلم مین آئی اسلیے مین نے
اس رسالہ کا نام نخبة الصوارف فی ترجمة خطبة العوارف
رکھا امید کہ مقبول اخوان باصفا ہو آب مین مطلب شروع
کرتا ہون اور کہتا ہون کہ حضرت شیخ سہروردی فرماتے ہین

قوله الحمد لله العظیم شانه

جمیع محامد خواه حمد خالق باشد خود بر ذات خود یا
مخلوق راجع است بسوے خدائیکه بزرگ ست
شان او۔ باید دانست که ارباب صناعت لام
مطلق را دو قسم ساخته اند یکی اسمی و دیگرے حرفی۔
اسمی آنکه داخل شود بر مشتقات کالمصدر والصفة المشبهة

تمام تعریفین خواه خدا خود اپنی تعریف کرے یا مخلوق
وہ سب اوسی ذات کی طرف راجع ہین جس کی بڑی
شان ہے۔ جاننا چاہیے کہ ارباب صناعت
نے لام مطلق کی دو قسمین کی ہین ایک اسمی دوسرا
حرفی اسمی وہ جو مشتقات مثلاً مصدر وصفت مشبہ

بو فعل التفضیل و اسم الفاعل و المفعول کہ دال است
بر ذات شئی۔ و حرفی آنکہ برائے تعریف و تعیین مدخول
خود موضوع ست و آن بر چہار صنف است اول لام
عہد خارجی کہ بدان اشارہ کردہ میشود بسوے فرد یا
و حصۂ از افراد و حصص آن حقیقت کہ آن فرد معتبر نزد
مخاطب بود نحو الیس الذکر کالانثی ای لیس
الذکر الذی طلبت امرأة عمران کالانثی
التی وھبت لھا دوم لام جنس کہ اشارہ کردہ شود
بآن سوی جنس و طبیعت کقولک الرجل خیر
من المرأة یعنی حقیقة الرجل خیر من حقیقة
المرأة سوم لام استغراق کہ اشارہ کند بسوے
حقیقتی بشرط تحقق و شمول آن در ضمن جمیع افراد
نحو اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ چہارم لام عہد ذہنی کہ اشارہ کند
بسوے حصۂ از حصص حقیقتی کہ معہود و معتبر میان
متکلم و مخاطب نبود بلکہ بطریق احتمال در میان
افراد باشد پس مدخولش در حکم نکرہ باشد نحو و اخاف
ان یاکلہ الذئب پس لام این جا یا برائے جنس
است و این ظاہر است یا برائے عہد خارجی

و افعل التفضیل و اسم فاعل و اسم مفعول پر داخل
ہو کہ ذات شے پر دلالت کرتا ہے اور حرفی وہ جو
اپنے مدخول کی تعریف و تعیین کے لیے بنایا گیا ہے اور
اوسکی چار قسمین ہین اول لام عہد خارجی جس سے اوس
حقیقت کے افراد و حصص مین سے اُس فرد و حصہ کی طرف
اشارہ کیا جاتا ہے جو مخاطب کے نزدیک معتبر ہے جیسے
الیس الذکر کالانثی[۱] یعنی وہ مرد جس کو عمران کی بیوی
نے مانگا اوس عورت کی طرح نہین ہے جو اوسے بخشی
گئی۔ دوسرا لام جنس جس سے جنس و طبیعت کی طرف اشارہ
کیا جائے جیسے یہ قول کہ الرجل خیر من المرأة یعنی مرد کی
حقیقت عورت کی حقیقت سے اچھی ہے تیسرا لام استغراق جو
کسی حقیقت کی طرف بشرط اوسکے ثبوت و شمول کے
بضمن کل افراد کے اشارہ کرے جیسے[۲] ان الانسان
لفی خسر الا الذین آمنوا و عملوا الصالحات چوتھا لام عہد ذہنی
جو اشارہ کرے کسی حقیقت کے حصون مین سے اوس حصہ
کی طرف جو متکلم و مخاطب مین معہود و معتبر نہو بلکہ افراد مین
بطریق احتمال دائر ہو تو اوس کا مدخول نکرہ کے حکم
مین ہوگا جیسے[۳] و اخاف ان یاکلہ الذئب تو یہان
پر لام یا جنسی ہے جو ظاہر ہے یا عہد خارجی ہے

[۱] یعنی مرد کی عورت سے بہتر ہے ۱۲
[۲] یعنی انسان گھاٹے مین ہے مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے ۱۲
[۳] اور ڈرتا ہون کہ کھا جائے اوس کو بھیڑیا ۱۲

مشیراً لقوله علیه السلام الحمد لله اضعاف

ما حمده جمیع خلقه کما یحبه ویرضاه واین

جا معنی استغراقی مراد گرفتن وباراده استغراق تمام

جنس را که طبیعة کلیه افراد خود است اخل شمردن

مناسب ولائق می نماید چه که درین صورت حاصل

معنی فقره چنان خواهد بود که جمیع محامد جمیع مراتب

از ملک وملکوت همه عائد باوست زیرا که چون باز گشت

ذوات همه بسوی اوست رجوع صفات واحوال

وغیره من حیث انها عرضیات الذات

بطریق اولی جانب او خواهد بود واین است معنی

الله خالق کل شیء والیه ترجعون

لاجرم برای او حمد است در هر آن که آمد است در

همه شان وحمد در لغت بمعنی ستودن است وحاصل

مصدرش ستایش وآن چار چیزی خواهد حامد

ومحمود ومحمود علیه ومحمود به این جا همه موجود اند که بنده

حامد است وخدا محمود ومحمود علیه نعمات شامله و

آلات کامله او ومحمود به همین عبارت خطبه است

تفصیل این حمد از اهل لغت به عبارات مختلفه آمده

نزد بعضی ثنا است که بر فعل جمیل کسی باشد ونزد

مثل آنحضرت صلعم کے اس ارشاد کے کہ الحمد لله اضعاف[۱]

ما حمده جمیع خلقه کما یحبه ویرضاه اور یہان استغراقی معنے

مراد لینا اور بارادہ استغراق تمام جنس کو جو اپنے افراد کی

طبیعت کلیہ ہے داخل سمجھنا مناسب معلوم ہوتا ہے کیونکہ

اس صورت مین فقرہ کا مطلب ہوگا کہ تمام محامد کل

مراتب ملک وملکوت سے اوسی کی طرف عائد ہین کیونکہ

جب تمام ذاتون کا مرجع وہی ہے تو صفات احوال

وغیرہ کا بحیثیت اونکی عرضیات ذات ہونے کے بھی

مرجع بطریق اولی وہی ہوگا اور یہی الله خالق کل شیء و[۲]

الیه ترجعون کے معنے ہین لہذا اوسی کے لیے ہر وقت

حمد ہے جو تمام شانون مین حاکم ہے اور حمد کے لغوی

معنے تعریف کرنے کے ہین جس کا حاصل مصدر ستایش

ہے جو چار چیزین چاہتا ہے حامد ومحمود ومحمود علیہ

ومحمود بہ اور یہان سب موجود ہین کہ بندہ حامد ہے

اور خدا محمود اور نعمات شاملہ وصفات کاملہ

محمود علیہ اور عبارت خطبہ محمود بہ اور اہل لغت

نے اس حمد کی تفصیل مختلف عبارتون سے

کی ہے بعض کے نزدیک وہ تعریف جو کسی کے

اچھے فعل پر کی جاوے ۔ اور بعض کے نزدیک

[۱] حمد اللہ کی یعنی در جہاں اوس سے جو تمام خلق نے کی جیسا کہ پسند ہو اوس کو اور خوشی ہو اوس سے ۱۲

[۲] الله ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور اوسی کی طرف پلٹتے ہین ۱۲

برخے وصف جمیلی کہ بقصد تعظیم بود و در اصطلاح
فعلے کہ بمقابلۂ نعمت بر تعظیم منعم دلالت کند و ہم
در این معنی است شکر لغوی و نقیض حمد ذم است
و نقیض شکر کفران والنسبة بین هذه المعانی
عموم من وجه جائیکہ حمد بمقابلۂ نعمت بر زبان
آرند ہر دو صادق اند و جائیکہ بجوارح دیگر بود
شکر است نہ حمد و جائیکہ بدون مقابلۂ آید حمد باشد
نہ شکر۔ و اَللّٰہ مہموز فاء است در اصل اَلْاِلٰہ بود
بفتح ہمزۂ اول و سکون لام اول و کسرۂ ہمزۂ ثانی
و فتح لام ثانی بعدہ الف و ہا بمعنی معبود حرکت
ہمزۂ ثانی نقل کردہ بما قبل دادند و ہمزہ را حذف
کردند اَلِلاٰہ شد بعدہ قاعدہ یافتند کہ دو حرف
صحیح از یک جنس فراہم آمدند لام اول را ساکن
کردہ در دوم ادغام کردند اللہ شد یا مثال واو
کہ در اصل اَلْوِلاہ بود بکسر واو مخرفہ واو را بہمزہ بدل
کردند بقاعدۂ اشباع بعدہ حرکت ہمزہ نقل کردہ
بما قبل دادند و ہمزہ را حذف کردند اَلِلاٰہ شد پس
لام اول را بقاعدۂ مذکور ادغام کردند اللہ شد و
بعضی گویند لفظ اللہ سریانی است یا عبرانی کہ در اصل

بقصد تعظیم کسی اچھے کی تعریف اور اصطلاحاً وہ فعل جو
بمقابلۂ نعمت تعظیم منعم پر دلالت کرے اور اسی معنے
میں لغتاً شکر بھی ہے اور حمد کی نقیض ذم ہے اور شکر
کی کفران اور ان میں نسبت عموم من وجہ ہے جہاں پر حمد
بمقابلۂ نعمت بولیں گے وہاں دونوں صادق آوینگے
اور جہاں پر دیگر جوارح سے ہوگی شکر کہیں گے نہ حمد اور
جہاں بلا مقابلہ ہوگی وہاں حمد کہی جائیگی نہ شکر
اور اللہ مہموز فا ہے اصل میں الالٰہ تھا ہمزۂ اول کے
زبر اور لام اول کے سکون اور ہمزۂ ثانی کے زیر اور لام
ثانی کے زبر سے بعد اوس کے الف و ہا بمعنی معبود دوسرے
ہمزہ کی حرکت نقل کرکے ماقبل کو دیدی اور ہمزہ کو گرادیا
اَلِلاٰہ ہوا پھر بقاعدۂ صرفی دو حرف صحیح ایک جنس کے ایک
کلمہ میں جمع ہونے کے پہلے لام کو ساکن کرکے دوسرے
میں ادغام کردیا اللہ ہوا اور یا لفظ اللہ مثال واوی
جو اصل میں الولاہ تھا واو مخرفہ کے زیر سے بقاعدۂ اشباع
واو کو ہمزہ سے بدل دیا پھر حرکت ہمزہ نقل کرکے ماقبل
کو دیدی اور ہمزہ کو حذف کردیا اللاہ ہوا پھر پہلے
لام کو بقاعدۂ مذکور ادغام کیا اللہ ہوا اور بعض کہتے
ہیں کہ اللہ لفظ سریانی ہے یا عبرانی جو اصل میں

لاہا بود چون معرب کردند الف را از آخر حذف
کردند و در اول الف و لام آوردند و لام را در لام
ادغام کردند اللہ گردید و در بیضاوی است کہ اللہ
در اصل الہ بود پس ہمزہ را حذف کردند و بعوض
او الف و لام افزودند بہمین وجہ یا اللہ می گویند
و الف و لام مانع دخول حرف ندا نمی شود دیگر این کہ
این اسم شریف مختص بہ معبود برحق گشتہ و لفظ اللہ
بنا بر غلبہ استعمال بر معبود برحق مستعمل می شود گو
لغتاً عام الاستعمال است و لفظ اللہ مشتق است
از الہ یالہ الہیۃ و الوہیۃ و بعضی گویند کہ مشتق است
از الہ و استالہ و برخی میفرمایند کہ از الہ مشتق
کہ بمعنی تحیر است و این معنی عمدہ اند چرا کہ عقول
در معرفتش حیرانند یا مشتق از الہت الی فلان
بمعنی سکنت الیہ واقع شدہ زیرا کہ دلہای خلایق
بذکرش مطمئن و بمعرفتش ساکن می شوند یا گویند کہ
کہ از الہ کہ مستعمل می شود بر وقتیکہ کسی فزع کرد
از امر کہ بروے نازل گشتہ و آلہہ غیرہ بمعنی اجارہ
مستعمل می شود باین وجہ کہ پناہ گیرندہ و جانب
معبود خویش جزع و فزع می نماید پس اگر معبود حق است

لاہا تھی جب معرب کیا تو الف آخر سے گرا دیا اور اول مین
الف و لام لے آئے اور لام کو لام مین ادغام کر دیا اللہ ہوا
اور بیضاوی مین ہے کہ اللہ اصل مین الٰہ تھا ہمزہ گرا دیا
اور اوس کے عوض مین الف و لام بڑھا دیا اسی وجہ سے
یا اللہ کہتے ہین اور الف و لام حرف ندا کے داخل ہونے
کو مانع نہین ہوتا اگرچہ نام نامی معبود برحق سے خاص
ہو گیا اور لفظ اللہ بوجہ غلبہ استعمال معبود برحق پہ مستعمل
ہوتا ہے اگرچہ لغتاً عام الاستعمال ہے اور لفظ اللہ
الہ یالہ الہیۃ و الوہیۃ سے مشتق ہے اور بعض کہتے ہین کہ
تاآلہ و استالہ سے مشتق ہے اور کچھ لوگ کہتے ہین کہ الہ سے
مشتق ہے جسکے معنی تحیر کے ہین اور یہ عمدہ معنی ہین کیونکہ
عقول اوس کی معرفت مین حیران ہین یا الہت الی
فلان سے مشتق ہے جو سکنت الیہ کے معنی مین ہے
کیونکہ خلق کے دل اوسکے ذکر سے مطمئن اور اوسکی معرفت
سے ساکن ہوتے ہین یا کہین کہ الہ سے مشتق ہے
جو اوس وقت مستعمل ہوتا ہے جب کوئی اوس بات سے
نالان ہو جو اوس پر نازل ہوئی اور الہہ غیرہ اجارہ کے
معنی مین بھی مستعمل ہوتا ہے اس لیے کہ پناہ لینے والا
اپنے معبود سے جزع و فزع کرتا ہے اگر معبود حق ہے

فی الحقیقت او را پناہ میدہد و اگر باطل ست پس بزعم
عابد پناہ می دہد یا مشتق از اٰلہ مستعمل در اٰلہ الفصیل
کہ قول عرب است ہرگاہ کہ ولع کردہ شود بادیس
زعم اشتقاق اللہ ازین اٰلہ بدین وجہ کہ عباد مولع اند
بران و عبادت آن۔ ولام درو برائے اختصاص
بمعنی حصر است کذا فی حواشی الکشاف یا بمعنی تعلق
مطلق کذا فی حواشی شرح مختصر الاصول للدوانی و در
اصطلاح اسم ذات واجب الوجود یست کہ مستجمع جمیع
صفات کمالیہ است و مبرا از رذائل و اختیار اسمیۃ
جملہ بقصد دوام و استمرار است و تقدیم حمد بر ذات
ازین است کہ او مسند الیہ است و در بحث متعلقات
و عامل است در اللہ اصلش حمدت للہ است و این از
مصادر قائمہ مقام افعال است و رفع حمد بقصد
دلالت است بر دوام و استمرار پس ور امر تبہ تقدم
حالاً و مآلاً است کذا فی اطول شرح مطول للشیخ
عصام الاسفرایینی و نیز میتوانند کہ باعتبار تخصیص
باشد یعنی مقام مقام حمد است چنانکہ مذہب صاحب
کشاف است در تقدیم فعل اقرأ باسم ربک
اگرچہ تقدیم موصوف کہ اللہ است بنظر ذات او اہم بود

تو حقیقتاً اوسے پناہ دیتا ہے اور اگر باطل ہے تو اوسکے
خیال سے پناہ دیتا ہے یا مشتق اٰلہ سے ہے جو
اٰلہ الفصیل مقولہ عرب مین مستعمل ہے جبکہ اوسکی
فریفتگی ظاہر کیجائے تو اٰلہ سے اللہ کے مشتق ہونے کا
خیال اس لیے ہے کہ بندے اوسکی عبادت پر فریفتہ
ہین اور اوس مین لام اختصاص کے لیے حصر کے
معنے مین ہے جیسا کہ حواشی کشاف مین ہے یا بمعنی
تعلق مطلق ہے جیسا کہ حواشی شرح مختصر الاصول
دوانی مین ہے اور اللہ اصطلاحاً اوس ذات واجب الوجود
کا نام ہے جو تمام صفات کمال کی جامع اور برائیون
سے مبرا ہے اور اختیار جملہ اسمیہ بقصد استمرار و دوام ہے
اور ذات پر حمد کی تقدیم اس لیے ہے کہ وہ بحث
متعلقات مین مسند الیہ اور اللہ مین عامل ہے جسکی اصل
حمدت للہ ہے اور یہ اون مصادر سے ہے جو قائم مقام افعال ہین
اور رفع حمد دوام و استمرار پر دلالت کے قصد سے ہے تو اوسکا
مرتبہ تقدم حالاً و مآلاً ہے جیسا کہ اطول شرح مطول شیخ
عصام اسفراینی مین ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ باعتبار تخصیص ہو
یعنی مقام مقام حمد ہے جیسا کہ صاحب کشاف کا مذہب تقدیم فعل اقرأ
باسم ربک مین اگرچہ تقدیم موصوف یعنی اللہ کا باعتبار اوسکی ذات کی اہم

وشان در صراح است که شان کار و حال یعنی امر
او بزرگ است چنانکه ذات او بزرگ است و مر
اور تعظیم عظمت کمالیہ است که مختصه ذات اوست
زیرا چه جمال با کمال خاص او راست نه غیر او را
بخلاف حمد غیر که او شکر است حمد نیست فللّٰه
اَلْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ
رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ و این جا از حمد اگر مراد حمد
شاکرین گرفته شود در ترجمه ذکیه غالب که خرابی
نزند چه که حمد شاکرین اعم است و بوفاے
عوض اتم کما جاء - وَلَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ
وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِيْدٌ و سر
درین باب آنکه جمیع محامد اثر حمد اوست و جمال
او حمد اوست مر ذات او را اگر نه بودے این ذات
ظاهر نه شدے حمد در عالم کون کما عمه اللّٰه تعالیٰ
فی حبیبه صلی اللّٰه علیه وسلم چه که حامد و محمود
و محمد اسماء شریفه او میند و او برزخ جامع است
در احدیت و واحدیت و وحدت و کثرت
مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ
لَا يَبْغِيَانِ - ولولاه لما ظهرت الربوبیة

اور شان صراح میں ہے کہ شان کار و حال یعنی اوسکا
حکم بزرگ ہے جس طرح اوسکی ذات بزرگ ہے اور اوسکی
کے لیے تعظیم عظمت کمالیہ ہے جو اوسکی ذات سے مخصوص
ہے کیونکہ جمال باکمال صرف اوسی کے لیے ہے اور کسی کے
لیے نہیں بخلاف حمد غیر جو شکر ہے حمد نہیں تو اللہ ہی
کے لیے حمد ہے جو آسمانوں اور زمینوں اور اہل عالم کا رب
ہے اور یہاں حمد سے اگر حمد شاکرین مراد لی جاے تو
کچھ حرج نہیں کیونکہ حمد شاکرین اعم و بوفاے عوض اتم
ہے چنانچہ وارد ہے کہ اگر تم شکر کروگے تو میں تمکو زیادہ
دونگا اور اگر کفر کروگے تو میرا عذاب بہت سخت ہے اور اسمین یہ
راز ہے کہ تمام تعریفین اوسی کی حمد سے ہین اور اوس کا
جمال اوس کی ذات کے لیے حمد ہے اگر یہ ذات نہوتی
تو عالم وجود مین حمد ظاہر نہوتی جس کو خدا نے اپنے
حبیب صلعم کے لیے عام کیا کیونکہ حامد و محمود و محمد اون کے
نام نامی ہین اور وہ احدیت و واحدیت و وحدت
و کثرت مین برزخ جامع ہین اس ارشاد کے موافق
دو دریا جاری کیے جو باہم ملتے ہین اور اون کے
درمیان ایک برزخ ہے جو اونہین بڑھنے
نہین دیتی اگر وہ نہ ہوتے تو ربوبیت -

والرب والفلک وما عبد المعبود وما
حمد المحمود وما قصد المقصود وما
وجد الموجود۔ واما عظمت شان پس این
هم اگر خلق نبوی وخلق احمدی وشان او اراده
کرده شود بقیاس قرین ترست البته باند
این جا خدشه آن راهم زائل می کنم این که حمد
پیش معتزله بمقابله فعل غیر اختیاریه است نه که اختیاریه
چه که نزد شان مرجعش خود عبد است چنانکه عبد را
خالق آن قرار داده اند حالانکه ارباب بصیرت
و اصحاب خبرت اگر اندکے تعمق کنند این اختلاف
را بجز معارضۂ لفظیه چیزے دیگر نه یابند وکیف
لا یکون کذالک می توانم گفت که قدرت
دادن بالاتفاق نزد هر دو فریق از جانب خداست
ولا فعل بالوجه الکمال الا لمن له القدرة
هم مسلم است پس کجا ماند اختلاف در معنی دور از
اعتساف و معنی عبارت این گاه آن باشند که عبد
بعد قادر گردانیدن حق سبحانه قادر است بر ایجاد
افعال اختیاریه و قدرت خاصه حق است اجماعًا
و معتزله مثاله نیستند و ازین است که استطاعت

اور رب و فلک ظاہر نہ ہوتے اور نہ معبود معبود ہوتا نہ
محمود محمود نہ مقصود مقصود نہ موجود موجود اور عظمت شان
سے بھی اگر خلق نبوی و خلق احمدی اور اونکی شان
مراد لی جائے تو ٹھیک ہو سکتا ہے البتہ یہاں پر ایک
خدشہ رہ جاتا ہے اوسے بھی میں دور کیے دیتا ہوں
وہ یہ کہ معتزلہ کے نزدیک حمد بمقابلہ فعل غیر اختیاری
کے ہے نہ اختیاری کے کیونکہ اونکے نزدیک جیسے اپنے
افعال کا خالق خود بندہ ہے ویسے اوسکا مرجع بھی
خود بندہ ہی ہے حالانکہ سمجھداروں کو تھوڑا غور کرنے
سے یہ اختلاف بجز معارضہ لفظی اور کچھ نہ معلوم ہوگا
اور کیوں ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ قدرت دینا بالاتفاق
خدا کی طرف سے ہے اور فعل بوجہ کمال اوسی کے
لیے ہے جسے قدرت ہے یہ بھی مسلم ہے تو پھر
معنوی اختلاف کہاں رہا اب عبارت کے معنی
یہ ہوے کہ خدا کے قادر کرنے سے بندہ ایجاد
افعال اختیاریہ پر قادر ہے کیونکہ قدرت بالاتفاق
خدا سے مخصوص ہے اور معتزلہ[1] مثالہ نہیں
ہیں۔ اسی لیے ان کے نزدیک استطاعت

[1] مثالہ عبادت کنندہ حق مثالہین حکماے صاحب اسلام

نزد ایشان سابق است از افعال و نزد اشاعرہ و ماتریدیہ ایجاد و اقتدار ہر دو برای حق اند و عبد بیکار از ہر دو فاعرف وانصف

افعال سے سابق ہے اور اشاعرہ و ماتریدیہ کے نزدیک ایجاد و اقتدار دونون خدا کے لیے ہین اور بندہ دونون سے بیکار ہے۔

قوله اَلْقَوِيُّ سُلْطَانُهُ

اقول سلطان بروزن فعلان است بمعنی والی وحجت وقدرت مشتق از سلطنت بمعنی قہر و غلبہ کذا فی المنتخب و قوی بمعنی توانا است غلبۂ او قویست در غالبیت بخلاف غلبہ سلطان عالم امکان کہ او بسبب امکان خویش قوت غلبہ ہم ممکن دارد و فی الواقع ؎ چہ نسبت خاک را با عالم پاک ٭ سلطان الٰہی محیط ہر شی است و آخذ ہر موجود بناصیتہا وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا هُوَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا سطوت غیر پیش سطوتش چون مشعل روبروی آفتاب پرتوے ندارد و بسان خار و خس پیش گل رنگ و بوئے نیارد آن راشانے دیگر است و این راآنے دیگر والحق ؎

سلطان فعلان کے وزن پر ہے جس کے معنے والی وحجت وقدرت کے ہین اور یہ سلطنت سے مشتق ہے جس کے قہر و غلبہ کے معنے ہین" منتخب اور قوی بمعنی توانا یعنی اوس کا غلبہ اپنی غالبیت مین قوی ہے بخلاف دنیاوی بادشاہون کے جن کی قوت غلبہ بھی بوجہ امکان ممکن ہے اور واقعی عالم پاک سے خاک کو کیا نسبت سلطان الٰہی ہر شے کو محیط اور ہر موجود پر قادر ہے۔ کوئی زمین پر چلنے والی چیز ایسی نہین جس کی پیشانی وہ نہ پکڑے ہو غیر کی سطوت اوس کی سطوت کے روبرو مشعل و آفتاب کی طرح ہے یا جیسے کوڑا پھول کے مقابلے مین اوس کی شان ہی اور ہے اور اوس کی آن ہی دوسری ؎

جلوہ اش ہر دم بشانے دیگرست
ہر کسے راز و بیانے دیگرست

اوس کا جلوہ ہر گھڑی نئی شان سے ہے۔
اور ہر شخص کا اوس کی صفت مین نیا بیان ہے

قوله الظاہر احسانہٗ

اقول یعنی احسان او ظاہر است محتاج
باستدلال نیست وظہورش زیادہ ازین چہ
خواہد بود کہ خلق را از بطون بعالم ظہور آوردہ
خود را بلباس تقید پوشید و با این ہمہ پوشیدگی
آشکارا است و با این ہمہ آشکارائی پوشیدہ
کہ خلایق از ادراک ذات او عاجز اند و اگر در
متون[1] بطون رقم ظہور نمی پذیرفت شرح حال
یکے از ممکنات ممکن نمی شد۔ واگر بہ مکتب ظہور
درس نمیداد ہمہ جاہل می بودند و نزول قرآن
فائدہ نمی بخشید پس این ہمہ احسان اوست
والاحسان ان تعبد اللہ کانک تراہ
وان لم تکن تراہ فانہ یراک۔ وحاصل این
دوام حضور بذات الٰہی وانجذاب حسی وروحی
وذوق وشوق وجمعیت قلبی است واستغراق
در شہود خود و علم الیقین باین کہ ہمہ شی کہ نسبت
از وجود و عقل وغیرہ ہمہ نعمت اوست

یعنی اوس کا احسان ظاہر ہے کسی دلیل کا محتاج
نہین اس سے زیادہ اوس کا ظہور اور کیا ہوگا کہ
خلق کو عالم بطون سے عالم ظہور مین لایا اور خود
بلباس تقید چھپ گیا اور اس قدر چھپ جانے پر
بھی ظاہر اور ظاہر ہونے پر پوشیدہ ہے کہ خلق اوسکی
ادراک ذات سے عاجز ہین اگر متون[1] بطون مین
وہ رقم ظہور نہ فرماتا تو کسی ممکن کی شرح حال نہ ہوسکتی
اور اگر مکتب ظہور مین درس نہ دیتا تو سب جاہل رہتے
اور نزول قرآن کا کوئی فائدہ نہوتا تو یہ سب اوس کا
احسان ہے اور احسان کے یہ معنے ہین کہ اللہ کی عبادت
یون کرو گویا تم اوسے دیکھتے ہو اور اگر تم نہین دیکھتے تو
وہ تم کو دیکھتا ہے جس کا حاصل دوام حضور اور انجذاب
حسی وروحی و ذوق وشوق وجمعیت قلبی اور اپنے
شہود مین استغراق ہے اور اس کا علم الیقین کہ تم مین
جو چیزین عقل وغیرہ پائی جاتی ہین یہ سب
اوس کی نعمت ہے۔

قوله الباہر حجتہٗ وبرہانہٗ

اقول باہر بکسر ہا بمعنی روشن و ظاہر کذا فی المنتخب

باہر بکسرہا بمعنے روشن و ظاہر ۱۲ منتخب

[1] متون جمع متن ۱۲

وبرہان بمعنی غلبہ برخصم کردن لے غالب است دلیل او برہر حجت وبرہان زیرا کہ وجود ہر شئے ناطق است بعظمت موجد سے باین ایجاد و بغلبہ حجت وبرہان او ہمہ بزبان حال وقال معترف اند وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ وچنانکہ براے او حجت وبرہان است براے ما خروج از نفس وعصیان ورجوع باعتراف آن ہست کہ با اثم کہ او رامنت واحسان نشان است ومارا اقرار عبودیت از زبان وایقان بالجنان

اور برہان دشمن پر غلبہ کرنا یعنی اوس کی دلیل پر حجت وبرہان پر غالب ہے کیونکہ ہر شے کا وجود عظمت موجد پر بوجہ اوس ایجاد کے ناطق ہے اور اوس کے غلبہ حجت وبرہان کی تمام حال وقال کی زبانین مقر ہین اس ارشاد کے موافق کہ اگر تم اونسے پوچھوگے کہ آسمان وزمین کس نے پیدا کیے تو وہ کہین گے کہ اللہ نے اور جسطرح اُسکے لیے حجت ودلیل ہے ویسے ہمین بھی نفس سے نکلنا اور گناہون سے توبہ اور اسکا اقرار کرنا چاہیے کہ اُسکا کام عنایت احسان ہے اور ہمارا کام زبان سے عبودیت کا اقرار اور قلب سے یقین ہے

قوله المحتجب بالجلال

اقول محتجب اسم فاعل است از احتجاب یعنی پردہ گرفتن یعنی پردہ گیرندہ است از جلال خود بر ذات خویش لطیفہ توان دانست کہ اطلاق احتجاب برحق سبحانہ صحیح است نہ حجب زیرا کہ محجوب آنکہ حجابش از خارج باشد ومحتجب آنکہ حجاب او از نفس خود بود پس صفات واجب پردہ ذات واجب شدند والا یلزم الاستکمال بالغیر سیاق عبارت این است الذی دخل فی الحجاب

محتجب احتجاب کا اسم فاعل ہے پردہ کرنے کے معنے مین یعنی اپنے جلال سے اپنی ذات کا پردہ پوش ہے لطیفہ جاننا چاہیے کہ خداوند تعالی پر احتجاب کا اطلاق صحیح ہے نہ حجب کا کیونکہ محجوب وہ ہے جسکا حجاب خارجی ہو اور محتجب وہ جس کا حجاب ذاتی ہو تو صفات واجب پردہ واجب ہوے ورنہ غیر سے کامل ہونا لازم آتا اور سیاق عبارت یہ ہے کہ وہ ذات جو بصفت عظمت وجلال اغیار سے حجاب مین

عن الاغيار بصفة العظمة والجلالة
وازينجاست كه رويت از متشابهات شد
الاعتقاد بها حق وكيفيتها غير مدرك
اما عارفين كه دايم در تجلى وشهود اند پس متحير اند
عقول شان در كنه ذات ومى گويند كه تفكر
اين جا مضمحل است پس توسل جستند اوشان
باو از عشق ومحبت نه بعقل بلكه عقل را در وصول
حائل پنداشتند والعشق عندهم جنون الهى
و باهمديگر اين فرقه معانى ست كه در كتب تصوف
بايد نگريست

ہو گئی اور اسی لیے رویت مین شبہہ پڑ گیا کہ رویت
کا اعتقاد برحق اور کیفیت غیر مدرک ہے۔ مگر
عرفا جو ہمیشہ تجلی وشہود مین ہین۔ اور
جن کی عقلین کنہ ذات مین متحیر ہین۔ اور کہتے
ہین کہ تفکر یہان سست ہے تو اونھون نے
عشق ومحبت سے توسل کیا نہ عقل سے بلکہ
عقل کو وصول مین حائل جانا اون کے نزدیک
عشق جنون الٰہی ہے اور اس فرقے نے بہت سے
معانی بیان کیے ہین جو تصوف کی کتابون مین
دیکھنا چاہیے۔

قوله المتفرد بالكمال

اقول متفرد صيغهٔ اسم فاعل است از تفرد يعنى
تنها شدن يعنى يگانه است در كمال وكسے با او
شريك نيست چرا كه كمال صفت خاصهٔ خالق
ونقص صفت خلق است

متفرد تفرد سے اسم فاعل کا صیغہ ہے یعنی تنہا
رہنے والا یعنی اپنے کمال مین یکتا ہے۔ کوئی
اوس کا شریک نہین کیونکہ کمال خاص خالق کی
صفت ہے اور نقص خلق کی صفت ہے۔

قوله المرتدى بالعظمة فى الآباد والآزال

اقول مرتدى مشتق من الارتداء يعنى چادر پوشيدن
آباد جمع ابد كه نهايتش نباشد وآزال جمع ازل
فى الصراح بفتحتين ديرينگى وهميشگى يقال هو ازلى

مرتدی ارتداء سے مشتق ہے جسکے معنی چادر اوڑھنے
کے ہین آباد ابد کی جمع ہے ابد وہ جسکی انتہا نہو اور آزال ازل
کی جمع ہے صراح مین ہے کہ ازل بفتحتین دیرینگی وہمیشگی کہا جاتا ہے کہ وہ ازلی

وذکر بعض اہل العلم ان اصل ہذہ الکلمۃ
قولہم للقدیم لم یزل ثم نسب الی ہذا
فلم یستقم الا بالاختصار فقالوا یزلی
ثم ابدلت الیاء الفا لانہا اخف فصار
ازلیا کما یقال فی الرمح المنسوب الی ذی یزن
یزنی ازلی وازل آن کہ بدایتش نباشد یعنی
ملتبس است بہ لباس عظمت وکبریائی چنانکہ
می فرماید الکبریاء ردائی والعظمۃ ازاری
فمن نازعنی فی واحد منہما ادخلتہ
فی النار ولا ابالی وعظمت وکبریائی او ازلیست
من حیث الابتداء وابدیست من حیث الانتہاء
وایراد جمع ہر دو برائے تاکید ومبالغہ است در
دیمومیت وتعالے ازلاً وابداً وعظمت نوریست
بہ نسبت ذات کہ مشار الیہ بالازار است وتعلقش
با غیر نیست پس عظمت غناء مطلق است وکبریاء
نوریست بہ نسبت غیر کہ مشار الیہ بالرداء است و
مراد از کبریاء استعلاء است فلہ العظمۃ والکبریاء
ولہ العزۃ والبہاء فی الآباد والآزال۔
وسر تقدیم ابد بر ازل آنکہ ابد نہایۃ الشئی فی الوجود

اور بعض اہل علم نے ذکر کیا کہ اس کلمہ کی اصل عرب کا قول
قدیم کے لیے لم یزل ہے پھر جب اسی کی طرف منسوب
کیا گیا تو بغیر اختصار کے ٹھیک نہوا تب انھون نے
یزلی کہا پھر یاء الف سے بدلدی گئی کیونکہ وہ خفیف ہے
تو ازلی ہوگیا جیسے نیزہ منسوب بہ ذی یزن یزنی کہا
جاتا ہے۔ ازلی وازل وہ جس کی ابتدا نہو یعنی ملبس
بلباس عظمت وکبریائی ہے چنانچہ فرماتا ہے کہ کبریائی
میری چادر اور عظمت میری ازار ہے جو کوئی ان دونون
مجھسے جھگڑیگا اسے مین دوزخ مین ڈالونگا اور کچھ پروا
نہ کرونگا اور اوس کی عظمت وکبریائی من حیث الابتدا
ازلی ومن حیث الانتہاء ابدی ہے اور دونون کی
جمع لانا تاکید ومبالغہ کے لیے ہے ازلاً وابداً اسکی
دیمومیت مین اور عظمت ذات کا وہ نور ہے جو مشار الیہ
بہ ازار ہے اور جسکا تعلق غیر سے نہین تو عظمت غناء مطلق
ہے اور کبریا وہ نور ہے جو بہ نسبت غیر چادر سے
مشار الیہ ہے اور کبریاء سے استعلاء مراد ہے تو
اوسی کے لیے عظمت وکبریاء وعزت وبہاء آباد و
آزال مین ہے اور ابد کو ازل پر اس لیے مقدم
کیا کہ ابد نہایت الشئی فی الوجود ——

را گویند و نہایت عبد در وجود حق سبحانہ است
یعنی بتحقیق وجود حق در ازل و ابد ست نہ غیر او

کو کہتے ہین اور بندہ کی انتہا وجود مین حق سبحانہ ہی تو ازل
و ابد مین حقیقتاً حق ہی کا وجود ہے نہ کسی دوسرے کا۔

قوله - لَا بِصُورَةِ وَهْمٍ وَخَيَالٍ وَلَا بِحَصْرِ حَدٍّ وَمِثَالٍ ذِي الْعِزِّ الدَّائِمِ السَّرْمَدِيِّ وَالْمُلْكِ الْقَائِمِ الدَّيْمُومِيِّ

اقول۔ باید انگاشت کہ ہر چہ در ذہن آید اگر ہر دو
طرفش مساویست آن را شک گویند و اگر راجح است
احد الطرفین پس راجح را ظن و مرجوح را وہم خوانند
بعد ازان اگر مستقر شد شے در خزانہ پس آن را
خیال نامند و خیال قوتیست مرتبہ در موخر
تجویف اول از دماغ پیش جمہور و محقق طوسی در
شرح اشارات گوید کہ وكان الروح المنصوب
في البطن المقدم هو آلة للحس المشترك
والخيال الآن ما في مقدم ذلك البطن
بالحس المشترك اخص وما في موخره
بالخيال اخص غرضکہ آن صورت حافظ جمیع
صور محسوسات است و حافظ تمثیلات بعد غیبت
آنہا و خیال خزانہ حس مشترک است و دلیل این
قول از شرح قدیم چنین مستفاد میشود کہ مثلاً اولاً
صورتے مشاہدہ کردیم باز زمانے غافل ازان ماندیم

جاننا چاہیے کہ جو کچھ ذہن مین آئے اگر اوس کے
دونون پہلو برابر ہون تو وہ شک ہے اور اگر ایک
راجح ہو تو وہ ظن ہے اور مرجوح وہم پھر اگر وہ چیز
خزانہ مین ٹھہر گئی تو وہ خیال ہے اور جمہور کے نزدیک
خیال وہ قوت ہے جو موخر تجویف اول دماغ مین
مرتب ہے محقق طوسی شرح اشارات مین لکھتے
ہین کہ وہ روح جو بطن مقدم مین رکھی گئی ہے وہی آلہ
حس مشترک و خیال ہے مگر یہ کہ جو کچھ اس بطن کے مقدم
مین ہے وہ حس مشترک سے اخص ہے اور جو کچھ موخر
مین ہے وہ خیال سے اخص ہے غرضکہ وہ صورت
تمام صور محسوسات نیز تمثیلات کی اون کے غائب ہونے
پر حافظ ہے اور خیال حس مشترک کا خزانہ ہے اور
اس کی دلیل شرح قدیم سے یہ پائی جاتی
ہے کہ مثلاً پہلے ہم نے ایک صورت دیکھی
اور کچھ دنون اوس سے غافل رہے۔

وبار دیگر مشاہدہ اش کردیم میتوانیم گفت کہ این
ہمان شئے بجنسہ است اگر آن صورت در یاد محفوظ
نماند در زمان ذہول ممتنع است این حکم کردن و
وہم قوتیست مرتبہ در دماغ لیکن آن با شد ارتباط
با آخر تجویف اوسط از دماغ دارد و ادراک می کند
معانی جزئیہ را کہ مدرک بحواس ظاہر نشدہ اند و
آن معنی در محسوسات موجود اند ہمچو قوتیکہ در شاة
حاکم است باین کہ از گرگ فرار اولی است و
عز و عزت ہر دو مترادف اند سرمدی بمعنی دائمی
ملک بالضم بمعنی معروف و حد در لغت انتہای
شئے را گویند و در اصطلاح منطقیین آنکہ مرکب باشد
از اجزاء داخلی یا خارجی و مثال صورت شی را گویند
معنی آنکہ کنہ ذاتش در تصور و خیال نمی آید و آنچہ
کہ آید وہم و خیال است واللہ خالق الوہم والخیال
فکیف لا یکون عنہما المتعال و علاوہ برین
وہم و خیال در معرض زوال است و آن بر واجب
محال کہ او دائم و قدیم است

ای برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم
وز ہرچہ گفتہ اند و شنیدیم و خواندہ ایم

پھر دوبارہ اوسے دیکھا تو کہہ سکتے ہین کہ بجنسہ
یہ وہی چیز ہے اگر وہ صورت بزمانہ غفلت ہم مین
محفوظ نہ رہتی تو یہ حکم نہین کیا جا سکتا تھا اور وہم
وہ قوت ہے جو دماغ مین مرتب ہے مگر وہ آخر تجویف
اوسط دماغ سے زیادہ مرتبط ہے اور اون معانی جزئیہ
کا ادراک کرتی ہے جو حواس ظاہر سے ادراک نہین
کیے جاتے اور یہ محسوسات مین بھی ہے جیسے وہ قوت
جو بکری کو بھیڑیے سے بھاگنے کا حکم دیتی ہے اور
عز و عزت دونون کے ایک معنی ہین سرمدی بمعنی
دائمی ملک بالضم بمعنی مشہور اور حد لغت مین منتہائے
شئے کو کہتے ہین اور منطقیین کی اصطلاح مین وہ جو
اجزاے داخلی یا خارجی سے مرکب ہو اور مثال صورت
شئے کو کہتے ہین معنے یہ ہوے کہ اوسکی کنہ ذات تصور و
خیال مین نہین آتی اور جو کچھ آتی ہے وہ وہمی و خیالی
ہے اور اللہ خالق وہم و خیال ہے وہ کیسے اون سے
بزرگ ہوگا علاوہ اسکے وہم و خیال زوال پذیر ہین اور
زوال واجب محال ہے کیونکہ وہ دائم و قدیم ہے

اے خیال و قیاس و گمان و وہم سے برتر
اور اوس سے بھی جو لوگون نے کہا اور ہم نے سنا اور پڑھا

ولا حد له ای لا منتهی له ولا جزء له ذهنًا و
خارجًا کما علم فی الکتب الکلامیة والحکمیة
ومثل نیست مر او را لیس کمثله شیء صاحب
عزت دائم سرمدیست وملکش در کمال جلال قائم
وابدی وخواه معنی این گیرند که دائم در تقیید است فافهم

اوس کی حد یعنی انتہا نہین اور نہ اوسکا ذہنی و خارجی
کوئی جزو ہے چنانچہ کتب حکمت وکلام سے معلوم ہوتا ہے
اور نہ اوس کا مثل ہے کیونکہ اوسکے مثل کوئی چیز نہین
عزت دایم سرمدی ہے اور اوسکا ملک یکسان جلال قائم
وابدی اور خواہ یہ معنی لین کہ ہمیشہ تقیید مین ہے۔

قوله والقُدرة المُمتنِع الادراكُ كُنهُهما والسَّطوة المُستوعر طريقِ استيفاءِ وصفهما

اقول قدرت یعنی توانائی والسطوة فی الاصل
الصولة والمراد منه القهر و استیعار درشت داشتن
واستیفاء کامل گرفتن یعنی او قوت حقه پاک ست
از حرکت و سکون و خروج و دخول و مادیت و آلیت
و زمان و مکان و سایر ما یحتاج الیه و ضدان عجز
است و برای وجود واجب سه مراتب اند مرتبه
اولی ذات است قطع نظر از صفات و مرتبه ثانیه
صفات جمال که صفات اند درین مرتبه تجلی ذات
در کسوت صفات بود و مرتبه ثالثه قدرت است
و درین مرتبه فعل ایجاد است و هی تجمیع مراتب
وحدانی الذات والصفات است پس موجودات
وایجاد آنها درین مرتبه است پس دشوار گردید ادراک
کنه قدرت و سطوت او و پاک است از عالم ایجاد او

قدرت یعنی طاقت اور سطوت اصل مین صولت ہے
جس سے قہر مراد ہے اور استیعار کے معنے سخت ہونے
اور استیفاء کے کامل لینے کے ہین یعنی قوت حق حرکت
و سکون و خروج و دخول و مادیت و آلیت و زمان و
مکان وغیرہ سے پاک ہے اور اوسکی ضد عجز ہے او
وجود واجب کے تین مرتبے ہین مرتبہ اول ذات
قطع نظر از صفات مرتبہ دوم صفات جمال جو
صفات ہین اس مرتبے مین تجلی ذات پردہ صفات
مین ہوتی ہے۔ مرتبہ سوم قدرت۔ اسی مرتبہ مین
فعل ایجاد ہے اور یہی تجمیع مراتب وحدانی الذات و صفات
ہے تو موجودات اور اون کی ایجاد اسی مرتبہ سے
ہے لہذا اوس کی کنہ قدرت و سطوت کا ادراک دشوار
ہے اور اوس کا فعل عالم ایجاد سے پاک ہے

وفعل او و آنحضرت صلعم نور اوست و حجت و برہان او
وعبد و رسول او و ایجاد عالم بسبب تکوین ازلی است
در عالم قدرت کہ پاک است از تعلق زمان و مکان
ومشار الیہ کن فیکون است بلمح الطرف کہ الطف
از لمح بصر است زیرا کہ بصر اگرچہ در غایت لطافت
است لیکن از اکوان عالم حکمت اشارہ کردہ می شود
بسوے عالم قدرت و در عالم حکمت خلق السموات
والارض فی ستۃ ایام چیزے کہ در ان وسعت است
وتعلق بزمان و مکان پس این در ظاہر است
آن در غیب و ہمین سر معراج است پس حکمت در
قدرت این است و قدرت در حکمت چنین پس
ہر دو دو وصف اند از کمالات وجود واحد و قدرت
عالم وحدت است و حکمت عالم کثرت پس وحدت
در کثرت است و کثرت در وحدت

اور آنحضرت صلعم اوس کے نور و حجت و عبد و رسول
ہین اور ایجاد عالم عالم قدرت مین بوجہ تکوین ازلی
کے ہے جو تعلق زمان و مکان سے پاک ہے اور
کن فیکون کا مشار الیہ ہے بلمح الطرف جو لمح بصر سے
بھی زیادہ لطیف ہے کیونکہ بصر اگرچہ نہایت لطیف ہے
مگر یہان اکوان عالم حکمت سے عالم قدرت کی طرف
اشارہ کیا جاتا ہے اور عالم حکمت مین آسمان و زمین
چھ روز مین پیدا کیے گئے کیونکہ اوس مین وسعت ہے
اور زمان و مکان سے تعلق ہے تو یہ ظاہر مین ہے
اور وہ غیب مین ہے اور یہی معراج کا راز ہے قدرت
مین حکمت ہے اور حکمت مین قدرت وہ تو یہ دونون وجود
حق کے کمالات سے دو وصف ہین۔ قدرت
عالم وحدت ہے اور حکمت عالم کثرت و حجاب کثرت
مین ہے اور کثرت وحدت مین۔

قوله نَطَقَتِ الكَايِنَاتُ بِاَنَّهُ الصَّانِعُ المُبْدِعُ وَلَاحَ
مِنْ صَفَحَاتِ ذَرَّاتِ الوُجُودِ بِاَنَّهُ الخَالِقُ المُخْتَرِعُ

اقول کائنات بمعنی موجودات و مخلوقات است و ابرا
این تخصیص بعد تعمیم دال است بر کمال اظہار ہر یک مر
ربوبیت حق را آرے ہر گیاہے کہ از زمین روید

کائنات بمعنی موجودات و مخلوقات لیکن تعمیم کے
بعد تخصیص لانا اس کی دلیل ہے کہ ہر چیز سے ربوبیت
حق بخوبی ظاہر ہوتی ہے بیشک جو گھانس زمین سے نکلتی ہے

وحدہٗ لاشریک لہ گویند مُبدِع صیغہ اسم فاعل است	وہ توحید کا اقرار کرتی ہے مبدع اسم فاعل کا صیغہ ہے
یعنے از خود چیزے پیدا کنندہ بلا سبب و مادّہ کذا	جسکے معنے از خود بلا سبب مادہ کوئی چیز پیدا کرنے والے
فی الکشف میر سید شریف در تعریفات الاشیاء	کے ہین ۱۲ کشف اور میر سید شریف تعریفات الاشیاء
گوید الابداع ایجاد الشیء من لاشیء وقیل	مین لکھتے ہین کہ ابداع شے کا لاشے سے ایجاد کرنا اور
الایجاد تاسیس الشیء عن الشیء والخلق	بعض کے نزدیک ایجاد کسی چیز کی دوسری چیز سے
ایجاد شیء من شیء والابداع اعم من	بنیاد رکھنا اور خلق ایجاد شے از شے اور ابداع خلق سے
الخلق ولذا قال بَدِیعُ السَّمٰوٰتِ وَالاَرضِ	عام ہے اسی لیے اللہ تعالے نے بدیع السموات
وخَلَقَ الاِنسَانَ ولم یقل بدیع الانسان	والارض اور خلق الانسان فرمایا اور بدیع الانسان نہ
وقیل ایجاد شیء غیر مسبوق بمادة ولا زمان	فرمایا اور بعض کے نزدیک ایجاد شی غیر مسبوق بمادہ و
کالعقول وهو یقابل التکوین والاحداث	زمان جیسے عقول اور وہ بوجہ اوسکے مسبوق بالزمان
لکونه مسبوقًا بالزمان وبینهما تقابل	ہونے کے تکوین واحداث کے مقابل ہے اور ان
التضاد ان کانا وجودیین وتقابل	دونون مین تقابل تضاد ہے اگر دونون وجودی
الایجاب والسلب ان کان احدهما وجودیا	ہون اور تقابل ایجاب وسلب ہے اگر ایک وجودی
والآخر عدمیا ویعرف هذا من تعریف	اور دوسرا عدمی ہو اور یہ متقابلین کی تعریف سے
المتقابلین انتهی ولاح مشتق از لوح است بمعنی	پہچانا جاتا ہے اور لاح لوح سے مشتق ہے بمعنی
روشن و پیدا شدہ کذا فی المنتخب والصراح المخترع	روشن و ظاہر ۱۲ منتخب وصراح - مخترع ایجاد
ایجاد کنندہ و کار بیرون آرندہ کذا فی المنتخب و	کرنے والا ۱۲ منتخب - اور جمادات و
در نطق جمادات و نباتات اختلاف است بعضی	نباتات کے نطق مین اختلاف ہے بعضے منکر
منکر اند ومی گویند کہ مراد از نطق ایشان صورت	ہین کہتے ہین کہ نطق سے اون کی موجودہ صورت

موجودات ایشان است کہ دال است بر وجود صانع و مختار شیخ اکبر این است کہ ایشان را نطق قولی ہم است واستدلال شان بدین آیۂ کریمہ است وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَہُوْنَ تَسْبِیْحَہُمْ ہمین است مختار محققین صوفیہ حاصل معنی این کہ گویا اند مخلوقات تمامہا باین کہ او ست صانع پیدا آرندہ ناپدیدگان و درخشان است از صفات ذرات وجود این کہ اوست خالق و وجود بخشندہ موجودات

مراد ہے جو وجود صانع کی دلیل ہے اور حضرت شیخ اکبر کے نزدیک نطق قولی بھی اون مین ہے اور وہ اس آیت سے دلیل لاتے ہین کہ کوئی چیز ایسی نہین جو اوس کی حمد نہ کرتی ہو مگر تم اون کی تسبیح نہین سمجھتے اور محققین صوفیہ کا بھی یہی مذہب ہے مطلب یہ ہوا کہ تمام مخلوقات اس کی قائل ہے کہ وہی صانع ہے ناپید کو ظاہر کرنے والا اور ذرات وجود کے صفات سے یہ بات ظاہر ہے کہ وہی خالق اور موجودات کو وجود بخشنے والا ہے

قولہ وَسَمَ عَقْلَ الْاِنْسَانِ بِالْعَجْزِ وَالنُّقْصَانِ وَاَكْرَمَ فَصِيْحَاتِ الْاَلْسُنِ بِصَدَفِ الْحُسْنِ وَحِلْيَةِ الْبَيَانِ

اقول الوسم بالفتح نشان کردن و عیب و داغ کذا فی الصراح و فصیحات بر وزن فعیلات جمع فصیحہ است مشتق از فصاحت بمعنی کشادہ سخن گفتن و تیز زبانی و خوشگوئی کذا فی المنتخب و در اصطلاح علم معانی خالی بودن کلام از ضعف الفاظی کہ زبان زد خلائق نباشند و از ترکیب کلمات یعنی تراکیب نامانوس و الفاظ ثقیل و درشت و اجتماع دو حرف از یک جنس کہ موجب ثقل است چنانکہ جمع علم و صدقِ قول کہ در مثال

وسم بالفتح نشان و عیب و داغ ۱۲ صراح۔ اور فصیحات بروزن فعیلات جمع فصیحہ فصاحت سے مشتق ہے بمعنی تیز زبانی و خوشگوئی ۱۲ منتخب اور اصطلاح علم معانی مین کلام کا اون الفاظ سے خالی ہونا جو عام طور پر زبان زد نہون۔ اور نہ ایسے کلمات سے مرکب ہو جس کی ترکیب الفاظ غیر مانوس و ثقیل سے ہو یا دو حرف ایک جنس کے جو سبب ثقل ہین جمع ہون جیسے جمع علم و صدقِ قول کہ اس مین دو عین

ودو قاف جمع شد ناکذا فی مختصر المعانی الالسن
جمع لسان وآن معروف ست وحلبۃ بمعنی میدان
یعنی داغدار کرد عقل کامل انسان را کہ آن عقل
انبیاء واولیاء است باکمال ادراک وجمال فصاحت
وباعجز موصوف گردانید چنانچہ در حدیث آمدہ
لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ
عَلٰی نَفْسِکَ لیکن با این ہمہ نوازش است کہ
دوستان را اسقاط عجز بر جبین نہ لیسندید و بر زبان
امیر المومنین ابوبکر انداختہ العجز عن درک الادراک
ادراک وہمین است سر در این کہ اسماء الٰہیہ جملہ
توقیفیہ اند وسعت نمی تواند یافت احدے باین کہ
تسمیہ کند حق سبحانہ را و ثنا کند از نفس خود و باین ہمہ
جملہ خلایق بعقول خویش می شناسند او را و بہ
زبان خود می خوانند او را و او قبول می کند دعا
ہر یک را فافہم

و دو قاف جمع ہین ۱۲ مختصر معانی الالسن جمع
لسان بمعنی زبان اور حلبۃ بمعنی میدان یعنی عقول
انسان کامل کو جو انبیاء واولیاء ہین کمال درک
وجمال فصاحت کے باوجود داغدار اور عجز سے
موصوف کیا حدیث مین ہے کہ لا احصی ثناء
علیک الخ۔ لیکن پھر بھی یہ نوازش ہے کہ
دوستون کی جبین نیاز پر داغ عجز نہ دیکھنا
پسند فرمایا حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق
کی زبان مبارک سے کہلوادیا کہ ادراک کے ادراک
سے عاجز ہونا بھی ادراک ہے اور یہی کل اسماء
الٰہیہ کے توقیفیہ ہونے کا راز ہے کسی میں یہ
طاقت نہیں جو خود خدا کی حمد وثنا کرے
پھر بھی سب اپنی عقلون سے اسے پہچانتے
اور اپنی زبان مین دعا مانگتے ہین اور وہ ہر
ایک کی دعا قبول کرتا ہے۔

قوله وَاَحْرَقْتُ سُبُحَاتُ وَجْهِهِ الْكَرِيمِ اَجْنِحَةَ طَائِرِ الْفُهُومِ وَسَدَّتْ تَعَزُّزاً وَجَلَالاً مَسَالِكَ الْوَهْمِ وَالظَّنِّ فَطَائِرُ الْبَصِيرَةِ تَعْطِيلاً وَاِجْلَالاً لَمْ يَجِدْ مِنْ قُرْطِ الْهَيْبَةِ فِي فَضَاءِ الْجَبَرُوتِ مَجَالاً فَاَنَا الْبَصَرُ كَلِيلاً وَالْعَقْلُ جَلِيلاً وَلَمْ يَنْتَهِ اِلٰى كُنْهِ الْكِبْرِيَاءِ سَبِيلاً

اقول۔ اَحْرَقَتْ مشتق از احراق بمعنی سوختن سُبُحَاتُ

احرقت احراق سے مشتق ہے جسکے معنی جلانے کی ہین سُبُحَات

سلہ نہیں شمار کرسکتا ہون تیری تعریف جیسی کہ تو نے اپنی ذات پر تعریف کی ۱۲

بضم سین و بای عظمت و جلال و جه ذات الکریم
بروزن فعیل از کرم بکرم بمعنی من کثر نفعه و خیره
اجنحه بروزن افعله جمع جناح بمعنی بازو و سدّت
بمعنی منعت فضاء الجبروت باید دانست که در اصطلاح
صوفیه این چند الفاظ اند جبروت لاہوت ناسوت
ملکوت - جبروت صیغه مبالغه از جبر بمعنی قهر و سلطنت
و در اصطلاح عبارت است از صفات فعلیه چون
ایجاد و اعدام و تغیر از حالے بحالے و نیز جبروت
صفات و افعال را گویند ہمچو تخلیق و ترزیق و نزد
ابوطالب مکی جبروت عالم عظمت را گویند که مراد از آن
عالم صفات و اسماء الٰہیه بود و در سراج القلوب می نویسد
که لاہوت عالم ذات است و جبروت عالم صفات
و ملکوت عالم ملائکه و ارواح و ناسوت عالم حیوانات
و نباتات و جمادات انتہی و ہمچنین است در شرح طوالع
و مراد از مرتبه لاہوت غیب مطلق و احدیت ذات
بحت و ورای الورا که مبدء کل و منقطع الاشارات
است و مراد از مرتبه ناسوت عالم شہادت است
و منتہای تعینات که عبارت از اشیاء کونیه مرکبه
متکثفه که قبول تجزّی و خرق و التیام می کنند

بضم سین و بای عظمت و جلال و جه ذات کریم بر
وزن فعیل کرم بکرم سے بمعنی صاحب نفع و خیر کثیر
اجنحه بروزن افعله جمع جناح بمعنی بازو اور سدّت
یعنی روک دیا فضاء الجبروت جاننا چاہیے کہ
اصطلاح صوفیہ میں یہ چند الفاظ ہیں جبروت لاہوت
ملکوت ناسوت - جبروت جبر سے مبالغہ کا صیغہ ہے
بمعنی قہر و سلطنت اور اصطلاح میں صفات فعلیہ سے
مراد ہے جیسے ایجاد اور اعدام اور ایک حال سے دوسرے
حال میں تغیر اور صفات و افعال کو بھی جبروت
کہتے ہیں جیسے تخلیق و ترزیق اور ابوطالب مکی کے
نزدیک عالم عظمت کو جبروت کہتے ہیں جس سے
عالم صفات اسماء الٰہیہ مراد ہیں سراج القلوب میں
ہے کہ لاہوت عالم ذات ہے اور جبروت عالم صفات
اور ملکوت عالم ارواح و ملائکہ اور ناسوت عالم حیوانات
و نباتات و جمادات انتہی اور ایسا ہی شرح طوالع میں بھی
ہے اور مرتبہ لاہوت سے غیب مطلق و احدیت ذات بحت
و ورای الورا و مبدء کل و منقطع الاشارات مراد ہے اور
مرتبہ ناسوت سے عالم شہادت اور منتہائے تعینات مراد
ہے یعنی اشیاء کونیہ مرکبہ متکثفہ جو تجزّی و خرق و التیام قبول کرتی ہیں

فائدہ جلیلہ بدانکہ اول کسی کہ تکلم کرد بہ لاہوت
نصارے اند کہ گفتہ اند در حق عیسی علیہ السلام
تدمج اللاہوت بالناسوت بعد ازان
استعمال کرد اورا سفیان ثوری واتباع او از
صوفیہ۔ حاصل معنی آنکہ سوخت جلال ذات و
انوار عظمت او بازوے طائران فہم را وہیبت
بکمال عزت وجلالت راہ وہم وفہم را کہ نمی رسد
بسوے او وہم زیرا کہ ذات او اعز واجل است از
ادراک وافہام ما وطائران فہم ووہم نمی توانند پرید
مگر در عالم امکان وپوشید شعاع بصیرت باطنی را
بہ تعظیم واجلال کہ شان نوازش کبریا ذو الجلال
است ونیافت عقل از فرط ہیبت در میدان
ذات بحث مجال پس باز آمد بصر کند وعقل بیمار
چنانکہ بداہۃ ظاہر است کہ از نظر بر شعاع مہر چہ مایہ
بصر خیرگی می کند حاصل امر عجز از کنہ کبریائی ہمین
نہج بینائی است ہر کہ تا آنجا رسید بدولت این
دولت گران مایہ عجز رسید

فائدہ جلیلہ لفظ لاہوت پہلے پہل نصارے نے بولا
جنہون نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق مین کہا
کہ تدمج اللاہوت بالناسوت پھر اس لفظ کو
سفیان ثوری اور اتباع صوفیہ نے استعمال کیا
غرض کہ اوس کے جلال ذات وانوار عظمت نے
طائران فہم کے بازو جلا دیے اور کمال عزت وجلالت
سے وہم وفہم کے راستے بند کر دیے کہ وہم وہان تک
نہین پہونچتا ہے کیونکہ اوسکی ذات بہت اعلیٰ اور ادراک
سے برتر ہے اور طایران فہم ووہم سوا عالم امکان
کے نہین اوڑ سکتے اور شعاع بصیرت باطنی کو تعظیم و
اجلال سے جو شان نوازش کبریا ذوالجلال کے ہے
چھپا دیا اور عقل نے فرط ہیبت سے میدان ذات
بحث مین مجال نہ پائی لہذا بصر چوندھیا کر اور عقل
بیمار ہو کر واپس آئی چنانچہ بدیہی بات ہے کہ
شعاع آفتاب پر نظر کرنے سے آنکھ کیسی چوندھیا
جاتی ہے غرضکہ کنہ کبریائی سے عجز ہی بینائی ہے
جو وہان تک پہونچا اسی کی بدولت پہونچا۔

قولہ فسبحان من عزت معرفتہ کو لا تعریفہ وتعذر علی العقول تحدید ذاتہ

اقول۔ استعمال لفظ سبحان بر چند گونہ آمدہ در بعضی

لفظ سبحان کا استعمال کئی طرح پر آیا ہے بعض مین

مصدر بر وزن غفران وفعل ثلاثی او سبح است و
در قاموس است سبح کمنع سبحانا و سبح تسبیحا
قال سبحان الله ای تنزیہا لله من الصاحبة
والولد و گاہے علم مصدر کہ آن تسبیح است و
درین ہنگام بر وزن عثمان خواہد بود و بر استعمال
اول مضاف است و بر استعمال ثانی مقطوع الاضافة
پس تقدیر آنکہ سَبَّحْتُہٗ سُبْحَانًا اے بہ پاکی یاد
می کنم خدا را چنانکہ متبادر بودہ است و فی تاج المصادر
التسبیح خدا را بہ پاکی یاد کردن و معرفت و شناسائی
یعنی پاک است آن کہ عزیز است معرفت او اگر
نمی بود شناسانیدن خود او را ہر آئینہ دشوار بود
بر عقول حد کردن و کیفیت بیان نمودن گو
کیفیت واقعی اکنون ہم کسے میسر مے آید مگر این قدر
می دانیم کہ او خداست و کنہش محال و اگر قدرے
دریافت شدہ پس عقول عرفا را کہ بواسطہ متابعت
نبوی بدو واصل شدہ مقصد حاصل کردہ اند و
این مرتبہ نخواہد یافت مگر کسے کہ از ہستی موہوم برآید

مصدر بر وزن غفران جس کا فعل ثلاثی سبح ہے
اور قاموس مین ہے سبح کمنع سبحانا و سبح
تسبیحا قال سبحان الله ای تنزیہا لله
من الصاحبة والولد اور کبھی علم مصدر جو تسبیح
ہے اور اس وقت بر وزن عثمان ہوگا اور بر استعمال
اول مضاف و بر استعمال ثانی مقطوع الاضافت
پس اصل یہ کہ سبحتہ سبحانا یعنی خدا کو بہ پاکی
یاد کرتا ہون جیسا کہ متبادر ہے اور تاج المصادر مین
ہے کہ تسبیح خدا کو بپاکی یاد کرنا اور معرفت شناسائی
یعنی وہ پاک ہے جسکی معرفت عزیز ہے اگر اوس کے
خود پہچنوانا نہوتا تو عقول پر اوس کی تعریف مشکل
ہوتی مگر اب بھی واقعی تعریف نہین ہو سکتی مگر
اتنا معلوم ہے کہ وہ خدا ہے جسکی کنہ کا ادراک محال
ہے اور اگر کچھ دریافت بھی ہوا تو عرفا ہی کو
جنھون نے بواسطہ متابعت نبوی اوس سے
واصل ہوکر مقصود حاصل کیا اور یہ مرتبہ سوا اُسکے جو
ہستی موہوم سے چھوٹ جائے اور کوئی پا نہین سکتا

قوله ثُمَّ أَلْبَسَ قُلُوبَ الصَّفْوَةِ مِنْ عِبَادِهِ مَلَابِسَ الْعِرْفَانِ
وَخَصَّهُمْ مِنْ بَيْنِ عِبَادِهِ بِخَصَائِصِ الْإِحْسَانِ

اقول صفوة بهر سه حرکت حرف اول و سکون فا و فتح واو بمعنی برگزیدگی و خلاصه کردن و صاف شدن و برگزیده و آنچه صاف باشد از غش و تیرگی کذا فی القاموس ملابس جمع ملبس بفتح میم و کسرهٔ باے موحده و سین مهمله بمعنی پوشش و لباس کذا فی الصراح و خصایص جمع خصیصه بمعنی خوها و اثرها کذا فی غیاث اللغات بعد ازین باید دانست که شیخ رحمة الله علیه بعد از فراغ توحید آغاز کرد نعت اصفیاء موحدین و اظهار نعمات الٰهیه که خاصه برین اولیاء امت عام وارد اند و بر خاص طائفهٔ کرام صوفیه صادر میں می فرماید که منجمله احسان الٰهیه این که بپوشانید قلوب بندهاے برگزیده را حلهاے عرفان و خاص کرد او شان را از سائر عباد بخصایص احسان کما قال ان الله یحب المحسنین و این همه انعام صوفیه را بواسطهٔ اتباع سید البشر محمد مصطفیٰ صلعم است آرے تا آفتاب نبوت بر دل طالب نتابد راه مقصود خود نیابد قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله۔

صفوة حرف اول کی تینون حرکتون اور سکون فا اور فتح واو بمعنی برگزیدگی اور خلاصه کرنا اور صاف ہونا اور وہ جو میل سے صاف ہو ۱۲ قاموس ملابس جمع ملبس بفتح میم و کسرهٔ باے موحده و سین مهمله بمعنی پوشش و لباس ۱۲ صراح اور خصایص جمع خصیصه بمعنی عادت و اثر ۱۲ غیاث جاننا چاہیے کہ حضرت شیخ رحمة الله علیه نے توحید سے فراغت پاکر نعت اصفیاء موحدین و نعمات الٰهیه کا جو اولیاے امت پر عموماً اور طائفہ کرام صوفیہ پر خصوصاً وارد ہین بیان شروع کیا لهذا فرماتے ہین کہ اور خدا کا احسان یہ ہے کہ اوس نے خاص بندون کے قلوب کو حلہاے عرفان پہناے اور ان کو اور بندون سے بخصوصیت احسان مخصوص کیا چنانچہ فرمایا کہ الله محسنین کو دوست رکھتا ہے اور یہ تمام بخشش صوفیہ پر بوجہ متابعت نبوی صلعم ہین جب تک آفتاب نبوت طالب کے دل پر نہ چمکیگا راہ مقصود نہ ملے گی چنانچہ ارشاد ہے کہ اگر تم الله کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو الله تم کو دوست رکھیگا۔

قوله فصارت ضمائرهم من مواهب الانس مملوة
ومرائي قلوبهم بنور القدس مجلوة

اقول ضمائر جمع ضمیر بمعنی دل مملو بفتح اول و
سکون دوم وضم لام وتشدید واو بمعنی پر کردہ شدہ
صیغہ اسم مفعول است از ملأ در اصل مملوء بود بر
وزن مفعول پس ہمزہ بواو بدل کردند و واو را در
واو ادغام نمودند مملو شد و فارسیان بتخفیف
ہم آرند و نیز درست باشد بضم میم اول و سکون
دوم وفتح لام بر وزن مکرم دریں صورت نیز اسم
مفعول است از باب افعال ماخوذ از ملأ بمعنی پر
کردن مواہب بفتح میم وکسر ہا بمعنی بخششہا یعنی
حق سبحانہ بسبب فضل عظیم وکرم فخیم خود قلوب عرفا
را لباس عرفان پوشانید و بہ خصائص احسان
مخصوص کرد و ضمایر اوشان مملو از مواہب الٰہی
و آئینہ قلوب شان از نور قدس مجلّے شدند و
انس سکون مع اللہ و باو اشتغال در جمیع احوال را
گویند از روے محبت و اشتیاق ادناش این کہ
اگر سالک در دوزخ افگندہ شود انس او مکدر نشود
و مؤید این قول حضرت شیخ جنید در حال ارباب وجد

ضمائر جمع ضمیر بمعنی دل مملو بفتح اول و سکون
دوم وضم لام وتشدید واو ملأ سے ماخوذ اسم
مفعول کا صیغہ ہے بمعنی بھرا ہوا اصل مین مملوء
مفعول کے وزن پر تھا ہمزہ کو واو سے بدل دیا
اور واو کو واو مین ادغام کر دیا مملو ہوا اور فارسی
والے بتخفیف بھی لاتے ہین اور بضم میم اول و سکون
دوم وفتحہ لام مکرم کے وزن پر بھی ٹھیک ہے اور
اس صورت مین بھی اسم مفعول ہے باب افعال
سے ماخوذ ملأ سے جس کے معنے بھرنے کے ہین۔
مواہب بفتحہ میم وکسرہ ہا بمعنی بخششین یعنی حق سبحانہ
نے اپنے فضل وکرم سے قلوب عارفین کو عرفان
کے لباس پہنائے اور بخصائص احسان مخصوص کیا اور انکے
ضمائر مواہب الٰہی سے بھر گئے اور آئینہ قلوب نور قدس
سے روشن ہو گئے اور انس سکون مع الٰہی اور اوس مین ہر
وقت مشغول رہنے کو کہتے ہین جسکا ادنےٰ درجہ یہ ہے
کہ اگر سالک دوزخ مین پھینکا جائے تو اسکا انس مکدر نہو
اور اسکی تائید مین حضرت جنید کا یہ ارشاد ہے جو ارباب وجد

وحال می فرماید که وجد واجد آنگه راست است
که شمشیر بر روخورد و ادراک نکند و نشان صدق
حال همین است زیرا که واردات غیبیهٔ دل سالک
را چنان می رباید که وجود دران حال بے بود محض
گردد و فے الواقع همین مصداق قول صاحب
گلشن راز ملا محمود چلبیتری است در تعریف عشق

که العشق نار یحرق ما سوی المحبوب و
درین زمانه این از نوادر است کاتب الحروف
از حضرت جدی و استادی مولانا شاه تقی علی قلندر
قدس سره شنیده است که حضرت خواجه حسن
مودودی چشتی را که از یاران قدوة الاعاظم حضرت
شاه محمد کاظم قلندر بودند یک بار بر دہلی دروازهٔ لکھنؤ
مجلس سماع گرم بود حالتے درگرفت دران حال خود را
از بالاے دروازه بزیر انداختند مریدیکه زیر آن
استاده بود جان فداے پیر کرد و بر هر دو دست
او شان را نگهداشت و ایشان را خبرے نه شد و نیز
میفرمودند که یک بار بر تکیهٔ شریفه در عرس حضرت
شاه محمد کاظم قلندر حضرت خواجه حسن را حالتے در ربود
در باغ بکلو متصل درگاه عالی جاه حضرت پیر و مرشد

وحال کے بارہ مین ہے کہ واجد کا وجد اوس وقت
ٹھیک ہے کہ جب تلوار مُنہ پر کھاوے اور ادراک نہ کرے
اور حال سچے ہونے کا نشان بھی یہی ہے کیونکہ واردات
غیبیہ سالک کے دل کو ایسا اُڑا لیجاتے ہین کہ اوس وقت
وجود بے بود محض ہوتا ہے اور واقعی اسی کا مصداق
صاحب گلشن راز ملا محمود چلبیتری کا قول متعلق عشق

ہے کہ عشق وہ آگ ہے جو ما سواے محبوب کو جلادے
اور اس زمانے مین یہ بہت کم ہے - مین نے اپنے
جد و استاد حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر سے سنا
ہے کہ حضرت خواجہ حسن مودودی چشتی کو جو
حضرت قدوۂ اعاظم شاہ محمد کاظم قلندر کے بڑے
دوست تھے ایک بار دہلی دروازہ لکھنو پر مجلس
سماع مین ایسی کیفیت ہوئی کہ دروازہ پر سے
پھاند پڑے وہان نیچے اون کا ایک مرید کھڑا تھا
اوسنے اپنی جان اون پر فدا کی اونکو اپنے ہاتھون پر
روک لیا مگر ان کو کچھ خبر نہ ہوئی نیز فرماتے تھے کہ ایک
بار تکیہ شریف پر حضرت شاہ محمد کاظم قلندر کے
عرس مین حضرت خواجہ حسن صاحب کو حال آیا
بکلو اباغ مین جو حضرت صاحب کی درگاہ کے متصل ہے

برحق شاہ تراب علی قلندر بشاخ درختے تادیر
آویختند مورچہا گزیدند وایشان را حس نبے وہم
در مناقب العارفین ملفوظ حضرت مولانا جلال الدین
رومی مرتبہ شمس الدین افلاکی منقول است کہ روزے
مجلس سماع قائم بود مولانا را حالتے درگرفت خود را
در دجلہ انداختند وہشت روز غرق ماندند صرف
دستے نمایان بود وہنگامہ سماع بہمان طور برپا ماند
انتہی در کتب قوم مذکور است کہ مراد از وجد واردیست
کہ از حق بر دل آید وباطن را از ہیبت خود بگرداند
باحداث وصفے غالب چون حزنے یا فرحے
جنید گفتہ الوجد انقطاع الاوصاف عند
سمة الذات بالسرور وابو العباس عطا گفتہ
الوجد انقطاع الاوصاف عند سمة الذات
بالحزن وصاحب وجد کسے بود کہ ہنوز از
حجب صفات نفسانی بیرون نیامدہ باشد و
بوجود خود از وجود حق محجوب بود وگاہ گاہ فرجہ در
حجاب او پدید آید واز انجا پرتوے از نور وجود حق
برو تابد واورا دریابد وبعد ازان دیگر بارہ حجاب
منطبق شود وموجود مفقود گردد پس وجد متوسط بود

ایک آم کے درخت مین لپٹ گئے اور دیر تک
لپٹے رہے اور چیونٹے کاٹا کیے مگر اون کو کچھ حس نہ ہوا
نیز مناقب العارفین ملفوظ حضرت مولانا جلال الدین
رومی مرتبہ شمس الدین افلاکی مین ہے کہ ایک روز
مجلس سماع مین مولانا پر ایک ایسی حالت طاری
ہوئی کہ دجلہ مین پھاند پڑے اور آٹھ روز غرق رہے
صرف ایک ہاتھ نکلا رہا اور سماع بدستور ہوا کیا
انتہی کتب قوم مین مذکور ہے کہ وجد سے وہ وارد
مراد ہے جو حق سے دل پر آوے اور باطن کو اپنی ہیبت
سے بوجہ حدوث کسی صفت غالب مثل حزن وفرح کے
پھیر دے حضرت جنید فرماتے ہین کہ وجد وہ ہے کہ
واجد کے تمام اوصاف اوس وقت بوجہ سرور منقطع
ہوجائین اور ابو العباس عطا کہتے ہین کہ واجد کے
تمام اوصاف بوجہ حزن اوس وقت منقطع ہوجاین اور
واجد وہ ہے جو صفات نفسانی کے حجاب سے نکلا نہو اور
بوجہ اپنے وجود کے وجود حق سے محجوب ہو اور کبھی کبھی اوسکے
حجاب مین فرجہ ہوجاتا ہو اور وہان سے پرتو نور وجود حق اوسپر پڑتا
اور اوسے بیخود کرتا ہو اور پھر دوسری بار حجاب برابر ہو اور موجود گم
ہوجائے تو واجد وجد سابق و فقد لاحق مین واسطہ ہوتا ہے

میان وجدے سابق و فقدے لاحق و مراد از
وجود آنکہ وجود واجد در غلبۂ نور شہود موجود غائب
و ناچیز گردد چنانکہ جنید گفتہ وجودی ان
اغیب عن الوجود بما یبدو علی من الشہود
پس وجد صفت محدث بود و وجود صفت قدیم
و اشارہ بدین معنی است قول ذوالنون الوجود
بالموجود قایم و الوجد بالواجد قایم و بیان
این سخن آن کہ صاحب وجد ہنوز از وجود خود
فانی نہ شدہ باشد پس واجد او بود و وجد بوے
قائم و صاحب وجود از وجود خود بکلی فانی شدہ باشد
و بوجود موجود یعنی حق تعالے قائم و باقی باشد
پس صاحب وجود نہ ذات واجد بود یعنی ذات
نبود بل ذات موجود یعنی ذات حق و وجود بوے
قائم و بنابر این معنی واجد بحقیقت فاقد وجود خود بود
و فاقد واجد وجود چنانچہ شبلی گفتہ اذا ظننت انی
فقدت فحینئذ وجدت و اذا حسبت
انی وجدت فقد فقدت ہر کہ بر رویت
وجد خود از شہود وجد موجود محجوب شود دوری طرب
پدید آید و ہر کہ بشہود وجد موجود از رویت وجد خود

اور وجود سے یہ مراد ہے کہ وجود واجد موجود کے
غلبۂ نور شہود میں غائب ہو جائے چنانچہ
حضرت جنید فرماتے ہیں کہ میرا وجود وجود سے غائب
ہونے پر اپنے شہود سے ہوتا ہے تو وجد حادث
کی اور وجود قدیم کی صفت ہوئی حضرت ذوالنون
مصری کے اس ارشاد میں اسی طرف اشارہ ہے
کہ وجود موجود میں اور وجد واجد میں قائم ہے
یعنی صاحب وجد جب تک اپنے وجود سے فانی
نہ ہوگا واجد کہلائیگا اور وجد اوس میں قائم ہوگا
اور صاحب وجود اپنے وجود سے فانی اور موجود
برحق کے وجود سے باقی ہوگا تو صاحب وجود
ذات واجد نہوگی بلکہ ذات موجود اور وجود
اوس میں قائم ہوگا اور اسی لیے حقیقتاً واجد
وہ ہے جو اپنا وجود کھودے چنانچہ حضرت
شبلی فرماتے ہیں کہ جب میں اپنے کو گم سمجھتا ہوں
تو موجود ہوتا ہوں اور جب موجود سمجھتا ہوں
تو مفقود ہوتا ہوں جو شخص اپنے وجد کو دیکھنے
کے سبب سے موجود حقیقی کے وجد کو دیکھنے سے محجوب ہو جاتا
اوس میں طرب ظاہر ہوتا ہے اور جو شخص کہ موجود حقیقی کے وجد کو دیکھنے

مفقود گردد محل طرب از وے ساقط شود چنانکہ
مضمون قول جنید دال بر آن ست کہ قد کان
یطربنی وجدی فافقدنی عن رؤیۃ الوجد
من فی الوجد موجود والوجد یطرب
من فی الوجد لہ راحۃ والوجد عند حضور
الحق مفقود و وجد مقدمہ وجود است چہ
ہر وجدے در فتح قلعہ وجود بشری مثابہ منجنیقیست
از عالم جذبۂ الٰہی منصوب تا چون قلعہ وجود مسلم شود
وجد وجود گردد پس نہایت وجد بدایت وجود
بود آنی وجود وجد سبب فقد وجود واجد ست
و فقد وجود واجد شرط وجود موجود چنانچہ ابوالحسین
نوری گفتہ الوجد فقد الوجود بالموجود
و آنچہ شبلی گفتہ الوجد اظہار الموجود و بالجملہ
اسقاط اضافت وجد بخود عین توحید است
و اضافت آن بحق محض جحود چنانچہ بایزید
گفتہ کہ ذکر وجدی جحود توحیدی و
درین معنی شبلی راست الوجد عندی جحود
ما لم یکن عن شہود وشاہد الحق عندی
ینفی شہود الوجود و چنانکہ وجد مقدمہ وجود ست

کے سبب سے اپنے وجد کو نہین دیکھتا اسمین طرب نہین
پایا جاتا چنانچہ حضرت جنید کا ارشاد ہے کہ کبھی میرا وجد
مجھکو خوش کرتا ہے تو مجھے رویت وجد سے کھو دیتا ہے
اور وجد اوس کو خوش کرتا ہے جسکو وجد مین راحت
ہوتی ہے اور حضور حق مین وجد مفقود ہے اور وجد
مقدمہ وجود ہے کیونکہ ہر وجد قلعۂ وجود بشری کے
فتح مین بمنزلۂ منجنیق ہے جو عالم جذبۂ الٰہی سے نصب
کیا جاتا ہے جسکے فتح ہو جانے پر وجد وجود ہو جاتا ہے
پس انتہاے وجد ابتداے وجود ہوئی یعنی وجود وجد
وجود واجد کے گم ہونے کا سبب ہے اور فقد وجود واجد
شرط وجود موجود حضرت ابوالحسین نوری کے اس ارشاد
مین اسی طرف اشارہ ہے کہ موجود سے وجود کے گم ہو جانے
کو وجد کہتے ہین یا حضرت شبلی نے فرمایا کہ وجد اظہار موجود ہے
غرضکہ اپنی طرف وجد منسوب کرنا عین توحید ہی اور حق
کی طرف منسوب کرنا عین انکار چنانچہ حضرت بایزید نے
فرمایا کہ میرے وجد کا ذکر میری توحید کا انکار ہی اور ایسا
ہی حضرت شبلی فرماتے ہین کہ جب تک وجد شہود سے نہو
انکار ہی اور میرے نزدیک حق کا شاہد شہود وجود کی
نفی کرتا ہے اور جیسے وجد وجود کا مقدمہ ہے

تواجد مقدمۂ وجد است ومعنی تواجد است دعا
و استجلاب وجد است بطریق تذکر یا تفکر یا تشبہ
با اہل وجد در حرکات و سکنات بدلالت صدق
و ہر چند تواجد صورتاً تکلف است و تکلف مخالف
صدق ولیکن چون نیت متواجد در صورت تواجد
توجہ کلی بود از برای قبول امداد فیض رحمانی
و تعریض حقیقی از جہت استنشاق نفحات ربانی
منافی صدق نبود و شریعت درین باب اجازت
داده است بل امر کرده که ابکوا فان لم تبکوا
فتباکوا و تواجد صفت اہل بدایت بود و وجد
حال اہل سلوک و وجود حال اہل وصول
واللہ اعلم اے برادر ارباب وجد را حال این است
اما وجدیکہ درین زمانہ فقرا ست حال قرار داده اند
و مرتکب آن می شوند ہرگز حال نیست اہل دل را
موجب ملال توان گفت پس واجدین را اگر
لاعبین گویند سزاوار و مواہب آلہیہ انوار ربانیہ
را گویند و مکاشفات انوار سبحانیہ از نتائے آن
کشف انوار کاینات است و استغراق بنور مشاہدہ
وحدت صاحب این صفت بر خفیاست

ویسے تواجد وجد کا مقدمہ ہے تواجد کے معنے یہ ہین
کہ بطور ذکر و فکر یا مشابہت باہل وجد بحرکات و
سکنات سچائی سے وجد طلب کیا جائے اگرچہ بظاہر
تواجد تکلف ہے جو مخالف صدق ہے مگر چونکہ
اس صورت مین اوس کی نیت امداد فیض رحمانی
اور نفحات ربانی قبول کرنے کی ہوتی ہے لہذا سچائی
کے خلاف نہین اور شریعت نے بھی اس کی اجازت
بلکہ حکم دیا ہے کہ روؤ اور اگر نہ روؤ تو رولاؤ تو اجد
مبتدی کی صفت ہے اور وجد اور وجود اہل
سلوک و اہل وصول کا حال ہے واللہ اعلم
لیکن جو وجد آج کل کے جاہل فقیرون کو
ہوتا ہے یہ ہرگز حال نہین ہے بلکہ اہل دل
کا سبب ملال ہے اس زمانے کے اہل وجد
کو اگر لاعبین کہین تو زیادہ بہتر ہے۔ اور
مواہب آلہیہ انوار ربانیہ و مکاشفات
اسرار سبحانیہ کو کہتے ہین جس کا ادنے
درجہ کشف انوار کائنات و
استغراق بنور مشاہدۂ وحدت ہے ایسا
ہی شخص مخفی امور کا عالم ہوتا ہے

خبردار می گردد و با قوال انا الحق و سبحانی ما
اعظم شانی گویا می شود و عبادت می کند
معبود را بحقیقت و مشاهده نور احسان کما قال
علی کرم الله وجهه لا اعبد ربا لم اره

اور انا الحق و سبحانی ما اعظم شانی کہنے
لگتا ہے اور معبود برحق کی عبادت حقیقی اور نور احسان کا
مشاہدہ کرتا ہے جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ
میں نے خدا کی عبادت نہیں کی جبتک اوسکو دیکھ نہیں لیا

قوله فتهيأت لقبول الامدادات القدسية واستعدت لورود الانوار العلوية

اقول هرگاه که قلوب صوفیه بمواهب انس و بنور
قدس مجلو شدند برای قبول امداد قدسیه و ورود
انوار علویه مستعد شدند لازم شد اوشان را درین
حال کشف و مشاهده و وقت شان وقت لی
مع الله و حال و مقام اینها فاینما تولوا فثم
وجه الله گردید گویا حق در جمال ایشان تجلی کرد
پرده از جمال و جلال خود برداشت

جب قلوب صوفیہ مواہب انس سے بھر گئے اور
نور قدس سے روشن ہوگئے تو امداد قدسی و انوار علوی
قبول کرنے کو مستعد ہوگئے اور اس وقت کشف و
مشاہدہ اون کو حاصل ہوگیا اور اون کا وقت
لی مع اللہ اور حال و مقام فاینما تولوا
فثم وجہ اللہ ہوگیا گویا حق نے اونمیں تجلی کی
اور اپنے جمال و جلال سے پردہ اوٹھا دیا

قوله واتخذت من انفاس العطرية بالاذكار جلاسا واقامت على الظاهر والباطن من التقوى حراسا واشتعلت في ظلمة البشرية من اليقين نبراسا

اقول عطر بالکسر بوی خوش و عطار خوشبو فروش
جلاس جمع جلیس تقوی بمعنی پرهیزگاری کردن
و در شرع عبارت است از ارتکاب اوامر و اجتناب
نواهی حراس جمع حارس بمعنی نگهبان نبراس
و نبراس بمعنی چراغ یعنی گرفتند قلوب صوفیه از انفاس

عطر بکسر خوشبو عطار خوشبو فروش جلاس
جمع جلیس تقوے پرہیزگاری اور شرعاً اوامر کا ارتکاب
اور نواہی سے اجتناب کرنا حراس جمع حارس نگہبان
نبراس و نبراس چراغ یعنی قلوب صوفیہ نے بوجہ انفاس

[1] پاک ہون میں کیا بڑی میری شان ہے ۱۲
[2] جدھر تم مونہہ پھیرو ادھر ہی اللہ کا مونہہ ہے ۱۲

مطہرہ و معتبرہ بدولت پاس انفاس و دیگر اذکار
شرف انا جلیس من ذکرنی و در حدیث
انی لاجد نفس الرحمن من قبل الیمن
مراد ازین دوام ذکر است و آراستند ظاہر و باطن
را از تقوے و متقی گردیدند و خلعت ان اکرمکم
عند اللہ اتقاکم پوشیدند ظاہر ایشان از
شریعت آراستہ و باطن بطریقت پیراستہ ۵
شریعت پوست مغز آن حقیقت و میان این و
آن باشد طریقت ۶ یعنی شریعت کہ احکام ظاہر
است نسبت با طریقت کہ روش خاص ارباب
حال و مکاشفات ست بمثابہ پوست است و
حقیقت لب لباب در کتاب اسرار المعانی است
کہ شریعت حکم و نسبت اقوال وے و طریقت
افعال وے و حقیقت احوال وے در کتاب
مناقب شیخ سعد بن ابو الخیر است کہ علم زبان علم
شریعت است و علم دل علم طریقت و کمال در جمیع
مرد کامل بتحصیل ہر دو کمال موقوف است و نیز
مشایخ فرمودہ اند کہ ہر حقیقت را کہ شرع رد کند

مطہرہ و معتبرہ کے پاس انفاس و دیگر اذکار کی بدولت
انا جلیس من ذکرنی[1] کا شرف پایا اور
حدیث انی لاجد الخ[2] سے دوام ذکر ہی مراد
ہے اور ظاہر و باطن تقوے سے آراستہ کرکے
متقی ہوئے اور ان اکرمکم الخ[3] کا خلعت پہنا
ان کا ظاہر شریعت سے آراستہ اور باطن طریقت
سے پیراستہ ہے ۵ شریعت پوست اور حقیقت
مغز ہے اور ان دونون کے درمیان طریقت
ہے ۶ شریعت یعنی احکام ظاہری بہ نسبت طریقت
جو خاص ارباب حال و مکاشفات کی روش
ہے پوست کی طرح ہے اور حقیقت لب لباب
کتاب اسرار المعانی مین ہے کہ شریعت حکم
و اقوال اور طریقت و حقیقت افعال و احوال
نبوی کو کہتے ہین کتاب مناقب شیخ سعد ابن
ابو الخیر مین ہے کہ علم زبان علم شریعت اور علم دل
علم طریقت ہے اور کامل کا کمال ان دونون
کے حصول پر موقوف ہے نیز مشایخ
فرماتے ہین کہ جس حقیقت کو شرع رد کرے

[1] مین ہمنشین اوسکا ہون جو مجھے یاد کرتا ہے ۱۲ [2] سے بیشک مین نفس رحمن یمن کی طرف سے پاتا ہون ۱۲
[3] تم مین سب سے زیادہ بزرگ خدا کے نزدیک وہ ہے جو زیادہ متقی ہو ۱۲

پس او بے دینی است و بعضے گفتہ اند ہر کہ معاملہ
با حق بحقیقت و با خلق بشریعت کند صدیق است
و ہر کہ معاملہ با حق بشریعت و با خلق بطریقت کند
یعنی بباطن مطابق شرع باشد و بظاہر مطابق
شریعت نبود پس از دین حق برگشتہ است و ہر کہ
معاملہ با حق و بہ خلق بشریعت کند یعنی ظاہر و
باطن ہر دو مطابق شریعت او صوفی است
قدوۂ قلندران نام آور حضرت شاہ مجا قلندر در
مکتوبے بشاہ عبد الرسول کچھندوی نوشتہ اند
اے برادر عارف کسے ست کہ سر مو شریعت از
دے فوت نشود و ہرگز در وجود نیاید چیزیکہ خلاف
مرضی خدا و رسول اوست دوستان خدا ہر چند
در عالم سکر باشند لیکن از ایشان چیزے صادر نشود
کہ خلاف شریعت باشد حضرت شیخ محی الدین ابن
عربی را مدتے در سکر گذشت و از ایشان چیزے
خلاف شرع نہ شد و بدستور نماز و روزہ و غیرہ
می کردند و از ان خبر نمی داشتند و صدیق آنست
کہ سر مو از متابعت نبوی مخالفت نہ ورزد
ہر کہ متابع تر مرتبۂ او عالی تر و ہر چند کسے عابد

وہ بے دینی ہے اور بعض کے نزدیک جو شخص حق
سے بحقیقت اور خلق سے بشریعت معاملہ کرے وہ
صدیق ہے اور جو خدا سے بشریعت اور خلق سے
بطریقت معاملہ کرے یعنی باطنًا تو شرع کے مطابق ہو
اور ظاہرًا نہو وہ گمراہ ہے اور جو شخص حق و خلق
دونوں سے بشریعت معاملہ کرے یعنی ظاہر و باطن
دونوں شریعت کے مطابق ہون وہ صوفی ہے
سرگروہ قلندران نام آور حضرت شاہ مجا قلندر نے
ایک مکتوب مین حضرت شاہ عبد الرسول کچھندوی
کو لکھا ہے کہ عارف وہ ہے جو سر مو شریعت سے
تجاوز نہ کرے اور نہ اوس سے کوئی امر خدا و رسول
کی مرضی کے خلاف ہو دوستان الٰہی اگرچہ عالم سکر
مین رہتے ہین لیکن اون سے خلاف شریعت
کوئی بات نہین ہوتی حضرت شیخ محی الدین
ابن عربی ایک مدت تک سکر مین رہے مگر اونسے
خلاف شریعت کوئی بات نہوئی بدستور نماز و روزہ
وغیرہ کرتے رہے اور بے خبر رہے اور صدیق وہ ہے
جو سر مو متابعت نبوی سے مخالفت نکرے جو زیادہ پیرو
ہوگا اوس کا مرتبہ بھی زیادہ ہوگا اور اگر کوئی زاہد و عابد

زاہد و متقی باشد تا کہ با خود است از خدا دور است
و از لذت عبادت مہجور و محروم و ہر کسیکہ دعوے
معرفت کند و از معانی مذکورہ خالی باشد
محض مدعی و کذاب است انتہٰی۔ بخلاف فقرائے
این زمانہ کہ ہوا را شریعت نام کردہ اند و طلب جاہ و
ریاست و تکبر را علم و مجادلہ را مناظرہ و محاربہ و
سفاہت را عظمت و نفاق را زہد و تمنی را ارادت
و ہذیان طبع را معرفت و حرکات دل و حدیث
نفس را محبت و الحاد را فقر و زندقہ را فنا و ترک
شریعت را طریقت۔ و محی الدین ابن حسن رضوی
در ملفوظ حضرت شاہ مینا لکھنوی می نویسند کہ
گروہے از ملاحدہ گویند کہ خدمت چندان باید کرد
کہ بندہ ولی گردد چون ولی حق شود احکام بندگی
از و ساقط گردند و این جہالت و ضلالت است
نہ بینی کہ آنحضرت کہ موصوف بجملہ کمالات بود از
وے احکام بندگی ساقط نشد بلکہ فرمان واعبد
ربک حتی یاتیک الیقین رسید از دیگرے
کجا ساقط می شود ہر چند قرب زیادہ تر بندگی زیادہ
لیکن چون در مقام ولایت رسد و در تجلی حضور

متقی ہے مگر خودی مین گرفتار ہے وہ خدا سے دور
اور لذت عبادت سے محروم ہے اور جو کوئی دعواے
معرفت کرے اور اوس مین یہ باتین نہ پائی جائین
وہ جھوٹا و مدعی ہے انتہی بخلاف اس زمانہ کے فقیرون
کے جنھون نے خواہشات کا نام شریعت اور طلب جاہ
و ریاست و تکبر کا علم اور مجادلہ کا مناظرہ و محاربہ اور
سفاہت کا عظمت اور نفاق کا زہد اور تمنی کا ارادت
و ہذیان طبع کا معرفت اور حرکات دل و حدیث نفس
کا محبت اور الحاد کا فقر اور زندقہ کا فنا اور ترک
شریعت کا نام طریقت رکھ لیا ہے محی الدین ابن حسین
رضوی ملفوظ حضرت شاہ مینا لکھنوی مین لکھتے ہین کہ
ملحدون کا ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ اتنی خدمت کرنا
چاہیے کہ بندہ ولی ہو جاے جب ولی ہو جائیگا تو بندگی
کے احکام اوس سے ساقط ہو جائینگے یہ خیال سراسر
جہالت و گمراہی کا ہے جب آنحضرت صلعم ہی سے جو جامع
کمالات تھے احکام بندگی ساقط نہوے بلکہ حکم ہوا کہ اپنے
رب کی عبادت کرو جبتک یقین (یعنی موت) نہ آئے
تو پھر دوسرے کیسے ساقط ہو سکتے ہین جتنا قرب زیادہ ہوگا
اوتنی بندگی زیادہ ہوگی مگر مقام ولایت و تجلی حضوری پر

باشد کلفت تکلیف ازو ساقط شود نہ آنکہ نفس تکلیف
ازو بر رود و در عبادت مشقت نباشد بلکہ راحت
بود بے عبادت ماندن نتواند و نیست مقامی
بندہ را کہ ساقط شود ازو آدابہاے شریعت کہ
ہر آداب حرمت و تعظیم قرب بار آرد در شاہد
و نیز ہمچنین ہر کہ با ملوک با ادب است اقرب است
و ہر کہ بے ادب است دور تر بینی کہ آدم علیہ السلام
اگرچہ زلت داشت بہ بجا آوردن ادب کہ ربنا
ظلمنا انفسنا مقبول گشت و ابلیس لعین اگرچہ
طاعت داشت بہ ترک ادب انا خیر منہ
مردود گشت انتہٰی و معنی دیگر این کہ صوفیہ
بہ نور یقین در ظلمت بشریت چراغ عرفان روشن
کردند یا ہمہ و بے ہمہ کہ مقام خاص رسول الٰہی
ماند ہٰکذا وقع فی خاطری۔

ہو چکنے سے کلفت تکلیف جاتی رہتی ہے نہ نفس تکلیف
اور عبادت مین بجاے مشقت آرام ہوتی ہے بلا عبادت
کے رہ نہین سکتا کوئی مقام ہی ایسا نہین جس مین
اوس سے آداب شریعت ساقط ہو جائین اسی طرح
جو شخص بادشاہون کے حضور مین باادب ہے وہی
زیادہ مقرب ہے اور جو بے ادب ہے وہ زیادہ دور
حضرت آدم علیہ السلام سے اگرچہ لغزش ہوئی مگر
بوجہ اختیار ادب ربنا ظلمنا انفسنا مقبول
ہوے اور شیطان باوجود طاعت کے بسبب بے ادبی
انا خیر منہ مردود ہوا انتہٰی اور دوسرے
معنے یہ ہین کہ صوفیہ نے بہ نور یقین ظلمت بشریت
مین چراغ عرفان روشن کیا اور باہمہ و
بے ہمہ رہے جو خاص مقام رسول الٰہی ہے
ایسا ہی میرے دل مین گذرا۔

قولہ واستحقرت فوائد الدنیا و لذاتہا وانکرت مصائد الھوی وتبعاتہا

اقول یعنی حقیر دانستند قلوب صوفیہ لذات و
فوائد دنیاوی را و ناخوش پنداشتند شکارگاہ
ہوا حرص وغیرہ را مصاید جمع صید خلاف قیاس
چنانکہ محاسن جمع حسن است کذا فی غیاث اللغات

یعنی قلوب صوفیہ نے لذات و فوائد دنیاوی کو
حقیر جانا اور شکارگاہ ہوا حرص وغیرہ کو ناپسند
کیا۔ مصائد جمع صید خلاف قیاس جس طرح
محاسن جمع حسن ہے ۱۲ غیاث اللغات

لہ اے پروردگار ہم نے اپنی ذاتوں پر ظلم کیا ۱۲

فہم زاہدون فی الدنیا وراغبون فی	تو وہی لوگ دنیا مین زاہد اور آخرت مین راغب
الآخرۃ والفارون من الہوی الی الہدی	اور ہوے سے ہدایت کی طرف بہاگنے والے اور
والمعرضون عما سوی اللہ والمخلصون	ما سوے اللہ سے معرض اور اللہ سے مخلص ہین
باللہ وہمین طریقہ مشایخ کبار است کہ بکمال	اور یہی اون بزرگون کا طریقہ ہے جو بہ کمال
متابعت نبوی بمرتبہ کمال واصل گشتہ اند	متابعت نبوی مرتبہ کمال پر پہونچے۔

قولہ وامتطیت غوارب الرغبوت والرہبوت فابتسطت بعلو ہمتہا بساط الملکوت

اقول الامتطاء بارگیر ساختن وصوفیہ بارگیر خود	امتطاء بارگیر بنانا اور صوفیہ نے اپنا بارگیر خوف
ساختند بلندی خوف ورجا را اے لطافت	ورجا کی بلندی کو بنایا یعنی لطافت انوار خوف
انوار خوف ورجا مراکب ایشان شد وگسترانیدند	ورجا اون کی سواریان ہین اور اپنی عالی ہمتی
بعلو ہمت بساط ملکوت را یعنی سیر شان بر بساط	سے اونہون نے بساط ملکوت بچھائی۔ یعنی
ملکوت ست درشرح عوارف ست کہ والملکوت	اون کی سیر بساط ملکوت پر ہے شرح عوارف مین
بحر صفواتی وفضاء نورانی بعرش المجید	ہے کہ ملکوت عرش مجید مین بحر صفواتی وفضاء نورانی
والجنۃ خزینتہا والملائکۃ حملتہا سادتہا	ہے جس کا خزانہ جنت ہے اور ملائکہ حامل ہین جس مین
فیہ مسکنہم ومعاشہم وہو	اونہون نے حلقہ کیا اور وہی اونکا مسکن اور وہی اونکی
فراش العارف الربانی والمقرب السبحانی	معاش ہے اور وہ عارف ربانی ومقرب سبحانی کا فرش

قولہ وامتدت الی المعالی اعناقہا فطمحت الی الاوج العلوی احداقہا

اقول یعنی دراز شدند بسوے بلندیہا سے احدیت	یعنی نفحات احدیت ومدارج صمدیت کی
ومعارج صمدیت گردنہاے شان درو گشتند	طرف اون کی گردنین بڑھین اور اوج بلند

بجانب لوامع بلند چشمها و مراد از لامع علوی نور تجلی است از تجلیات ذات و صفات و افعال و روح را نیز تجلی ہست و حیات عالم از تجلی روح بودہ است و احداق بصر تابع احداق بصیرت است و اعتبار بصیرت راست نہ بصر را چہ کہ بصیرت آنکہ انچہ بیند بیند و غمض بصر مانع آن نبود و ازینجاست کہ او را الیقین و مشاہدہ خوانند نہ رویت و این انچہ گفتہ اند کہ در آخرت اعتبار بصر ست نہ بصیرت آن ہم راست است بصر آنجا بمعنی بصیرت است زیرا کہ بصیرت غیر بصر است پس حکم بالرویت و ارتفاع حجاب بالکلیہ و عیان محض غیر بصیرت را نخواہد بود فاعرفہ فانہ حسن بدیع

کی جانب اون کی نگاہین اوٹھین اور لامع علوی سے تجلیات ذات و صفات و افعال کا نور تجلی مراد ہے اور روح کے لیے بھی تجلی ہے حیات عالم تجلی روح ہی سے ہے اور حدقہ بصر تابع حدقہ بصیرت ہین اور اعتبار بصیرت ہی کا ہے نہ بصر کا کیونکہ بصیرت وہ ہے جس کی دید مین آنکھ بند ہونا مانع نہو اور اسی لیے اوس کو یقین و مشاہدہ کہتے ہین نہ رویت اور یہ جو کہا ہے کہ آخرت مین بصر کا اعتبار ہوگا نہ بصیرت کا یہ بھی ٹھیک ہے وہان بصر بمعنی بصیرت ہے کیونکہ بصیرت غیر بصر ہے تو حکم رویت و رفع حجاب و عیان محض بصیرت ہی کو ہوگا۔ اسے سمجھو کہ یہ بہت نادر ہے۔

قولہ وَاتَّخَذْنَا مِنَ الْمَلَائِكَةِ الْأَعْلَى مُسَامِرًا وَمُجَاوِرًا وَمِنَ النُّورِ الْأَعْظَمِ الْأَقْدَسِ مُزَاوِرًا وَمُجَاوِرًا

اقول حاصل این کہ مونس و محب خواہند بود براے اوشان از فضل ایزدی ملأ اعلی کہ فرشتگان مقرب اند و خواہند گشت بنور حق متواصل و متلاحق و بدوام مشاہدہ با حق و سوا نسبت

یعنی محض خدا کے فضل سے فرشتگان مقرب اون کے مونس و محب ہون گے اور وہ نور حق مین واصل و لاحق ہون گے اور بہ دوام مشاہدہ حق و سوانست۔

و مکالمہ در تسبیح و تہلیل چون ملائکہ خواہند بود
ملاء اعلیٰ بفتح میم و لام و در آخر الف بصورت یار
گروہ فرشتگان مقرب در عالم علوی چہ ملأ
بفتحتین بروزن فعل بمعنی گروہ مردم اشرف
و اعلیٰ بمعنی صیغۂ اسم تفضیل مسامر بمعنی قصہ گو
محادر سخن گو مزاور زیارت کنندہ مجاور نزدیک

و مکالمت و تسبیح و تہلیل ملائکہ کی طرح ہونگے
ملأ اعلیٰ بفتح میم و لام اور آخر مین الف بصورت
(ی) عالم علوی کے فرشتگان مقرب کیونکہ ملأ
بفتحتین بروزن فعل بمعنی گروہ مردم اشرف
و اعلیٰ بمعنی صیغہ اسم تفضیل مسامر قصہ گو محاور سخن گو
مزاور زیارت کرنے والا مجاور نزدیک —

قولہ اَجسادٌ اَرضیۃٌ بِقُلُوبٍ سَماوِیَّۃٍ وَاَشباحٌ فَرشیۃٌ بِاَرواحٍ عَرشیۃٍ

اقول اولاً بدانکہ خواست شیخ کہ بعد توحید و نعت
اصفیا بیان کند نعت وصف اوشان را در ظاہر
و باطن و بیان طریقہ و صحت عقول در احوال و
صحت اقوال و کمال و جمال در اتباع طریقۂ
انبیا کہ العلماء ورثۃ الانبیاء پس فرمود کہ
اوشان بجسد بنا بر ترکیب آن اعناصریت اند
و بقلوب کہ محل نزول اسرار خداوندیست سماوی
اند یعنی بلند و ظاہر اجسام شان گرچہ خاکی است
مثل اجسام غیر ولے در باطن اجسام اوشان آنہا
برابر اند اشباح جمع شبح بفتحتین و در آخر حاء
مہملہ بمعنی شخص و جسم و کالبد کذا فی القاموس و
صاحب منتخب و بدار نیز بفتح نوشتہ —

پہلے یہ جان لینا چاہیے کہ جب حضرت شیخ نے
توحید و نعت اصفیا کے بعد اون کے اوصاف
ظاہری و باطنی اور اون کا صحت طریقہ اور حالات
و اقوال و کمال و جمال متابعت نبوی ذکر کہ علما
انبیا کے وارث ہین بیان کرنا چاہا ہے تو فرمایا کہ
وہ بوجہ ترکیب عنصری جسما ارضی یعنی پست اور قلبا
(جو محل نزول اسرار خداوندی ہے) سماوی یعنی بلند
ہین اور جسما اگرچہ اوروں کی طرح خاکی ہین۔ مگر
بباطن اون کے جسم اون کے برابر ہین۔ اشباح
جمع شبح بفتحتین و بآخر حاے مہملہ بمعنی شخص
و جسم و کالبد ۱۲ قاموس اور صاحب
منتخب و بدار نے بھی زبر سے لکھا ہے۔

قوله نفوسهم فی منازل الخدمة سیارة وارواحهم فی فضاء القرب طیارة

اقول یعنی نفسہاے شان بعقل صحیح وطریق مستقیم در متابعت نبوی سیر کنندہ اند وارواح شان در میدان شوق وقرب پرندہ

یعنی اون کے نفوس عقل صحیح وطریق مستقیم سے بوجہ متابعت نبوی سیر کرتے اور روحین میدان شوق وقرب مین اوڑتی ہین۔

قوله مذاهبهم فی العبودیة مشهورة واعلامهم فی اقطار الارض منشورة

اقول یعنی طریق شان متابعت وہدایت بر مذہب اہل سنت وجماعت نہ بدعت وضلالت حضرت خواجہ خورد می فرمایند است درویش فرقہا باہم در جنگ وجدال اند الا اہل توحید کہ ایشان را با کسے جدال نیست انتہی واعزاز واکرام وعلو درجہ شان در اقطار ارض منتشر است

یعنی اون کا طریقہ بر مذہب اہل سنت وجماعت متابعت وہدایت ہے نہ بدعت وضلالت حضرت خواجہ خورد فرماتے ہین کہ اے درویش تمام فرقے آپس مین لڑتے جھگڑتے ہین سوا موحدین کے جو کسی سے نہین جھگڑتے اور اون کا اعزاز او احترام اطراف عالم مین منتشر ہے

قوله یقول الجاهل بهم فقدوا وما فقدوا ولکن تمت احوالهم فلم یدرکوا وعلا مقامهم فلم یملکوا

اقول یعنی می گوید آن کہ جاہل است از حال این صفاکیشان کہ ایشان گم شدند یعنی اکنون اولیا کجا اند پس افسوس بر جاہل کہ می گوید ایشان نیند لا بلکہ موجود اند وقایم بالحق کہ از برکت شان قیام عالم است وجہل خلق از ایشان بباعث بلندی احوال ایشان است در قرب کہ خلق خود

یعنی جو شخص ان بزرگون کے حال سے جاہل ہے وہ کہتا ہے کہ وہ اب نہین رہے ایسا کہنے والے پر افسوس ہے بلکہ وہ موجود اور قائم بحق ہین اونھین کی برکت سے عالم قائم ہے اور خلق اون کو بوجہ علو مرتبت کے نہین جانتی وہ خود ہی اون سے بسبب اونکے بلند مرتبہ ہونیکے

بعید گشتہ است از او شان بہ بلندی مرتبۂ مختار
نگردانیدہ اند کسے را بعلم با خویش و اکنون ہمین
زمانہ است کہ بشامت اعمال جہال و علماء سوء
این مقربان از چشم ادراک پنہان شدہ چنانکہ امام
غزالی در احیاء از بعضے عرفا نقل می کند کہ سبب
پنہان شدن ابدال از چشم مردم آنکہ ایشان
طاقت دیدن علماء وقت ندارند چرا کہ این علما
در نفس الامر جاہلان و نزد جاہلان عالمانند۔

دور ہو گئی ہے اور نہ اونھون نے کسی کو اپنی شناخت
عطا کی اور اب وہ زمانہ ہے کہ جاہلون اور علماء سوء
کی شامت اعمال سے یہ حضرات چھپ گئے
چنانچہ امام غزالی احیاء العلوم مین بعض عارفین سے
نقل کرتے ہین کہ ابدال اس لیے مخفی ہو گئے کہ وہ
علماء وقت کے دیکھنے کی تاب نہین رکھتے کیونکہ
حقیقتًا یہ علماء جاہل ہین اگرچہ جاہلون کے
نزدیک عالم ہین

قوله كَأَنَّهُمْ بِالْجُثْمَانِ بَائِنِيْنَ بِقُلُوبِهِمْ عَنْ أَوْطَانِ الْحَدَثَانِ

اقول در نسخۂ صحیحہ عوارف جثمان با ثاء است
و در بعضے بسین ہم آمدہ اول بالضم بمعنی بدن و تن
کذا فی الصراح و ثانی بروزن فعلان جمع جسیم آ
و ہر دو صحیح اند یعنی اصفیا بہ برکت متابعت نبوی
ثابت اند با خلق در اجساد و ابدان چنانکہ در
قرآن بشان مصطفوی آمدہ قل انما انا بشر
مثلکم یوحی الی و جدا شوندہ اند بقلوب خود
از وطن ہائے خلق در حد حدوث کما جاء فی
الحدیث انی لست کاحد کم و قال اللہ
مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن

نسخۂ صحیحہ عوارف مین جثمان ث سے ہے اور
بعض مین سین سے اول بالضم بدن و تن ۱۲
صراح اور دوم بروزن فعلان جسیم کی جمع ہے اور
دونون صحیح ہین یعنی اصفیا برکت متابعت نبوی
اجساد و ابدان مین تو لوگون کے برابر ہین قرآن
شریف مین آنحضرت صلعم کی شان مین ہے کہ کہو
مین تمھاری طرح آدمی ہون مجھ پر وحی کی گئی مگر
قلبًا خلق سے علیحدہ ہین حدیث مین ہے کہ مین
تمھاری طرح نہین ہون۔ یا۔ اللہ تعالی فرماتا ہے
کہ محمد تم مین سے کسی کے باپ نہین ہین بلکہ

رَسُولَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ودائم اند
درمشاہدہ پروردگار بتقلب دربیداری چون دیدن
نائم اشیار اما فرق این قدر است کہ نایم از عدم
صحت حال در مجرد خیال می ماند وعارف رسیدکہ
از صحت حال در مشاہدہ و کمال می باشد ولیکن
نایم اگر دید خدا را در نوم ہمچو بیداری پس این خواب
ہم کمال است اما حیوۃ ابدی نخواہد یافت زیراکہ
او در دنیا ست نہ در آخرت

خدا کے رسول اور خاتم النبیین ہین اور قلبی
بیداری سے ہمیشہ مشاہدہ مین ہین جیسے نائم
اشیار دیکھتا ہے مگر فرق یہ ہے کہ نائم صحیح الحال
ہونے سے صرف خیال مین اور عارف بحالت
بیداری صحیح الحال ہونے سے مشاہدہ کمال مین
رہتا ہے لیکن اگر نایم نے خواب مین بیداری کیطرح
خدا کی زیارت کی تو یہ خواب بھی کمال ہی مگر حیات ابدی
نہین پائیگا کیونکہ وہ دنیا مین ہے نہ آخرت مین

قوله لِأَرْوَاحِهِمْ حَوْلَ الْعَرْشِ تَطْوَافٌ

اقول در بعض نسخ طواف آمدہ اما در نسخۂ صحیحہ بصیغہ
مبالغہ یافتہ شد وطواف یعنی بسیار طواف کنندہ
مصدر است یعنی اسم فاعل وہر دو درست اند یعنی
ارواح کاملان با ملائکہ گرد عرش طواف می کنند
وکلام حق تعالے وخطاب اومی شنوند وبر اسرار
او مطلع می شوند۔

بعض نسخون مین طواف آیا ہے مگر صحیح نسخہ مین
بصیغہ مبالغہ پایا گیا طواف کے معنے بہت طواف
کرنے والے کے مصدر یعنی اسم فاعل ہی اور دونون
ٹھیک ہین یعنی کاملین کی روحین فرشتون کے
ساتھ عرش کے گرد طواف کرتی اور کلام حق سنتی
اور اوس کے اسرار پر مطلع ہوتی ہین۔

قوله وَلِقُلُوبِهِمْ مِنْ خَزَائِنِ الْبِرِّ إِسْعَافٌ

اقول الاسعاف بالکسر حاجت روا کردن کذا
فی الصراح یعنی برائے قلوب اوشان از خزانہا
نیکی حاجت روائی است واسعاف این جا بمعنے

اسعاف بالکسر حاجت روا کرنا ۱۲ صراح یعنی
اون کی دلی حاجتین نیکی کے خزانون سے
پوری ہوتی ہین۔ اور اسعاف یہان بمعنی

بمعنی حصہ می تواند بود وہمین مراد است در ترجمہ
بلکہ قلوب ایشان مخازن اسرار الٰہیہ موارد انوار اند

حصہ بھی ہو سکتا ہے اور ترجمہ مین یہی مقصود
ہے بلکہ اونکے قلوب مخزن اسرار و مورد انوار الٰہی ہین

قوله يتنعمون بالخدمة في الدياجر ويتلذذون من وهج الظما في الهواجر

اقول دیاجر جمع دیجور یعنی شب تاریک و مراد از و
خلوت ایشان است با حق و وہج بمعنی شدت و ظما تشنگی و تشنہ
شدن و بالکسر تشنگان کذا فی المنتخب معنی عبارت
این کہ سیرت ایشان است کہ چون بظاہر مستقیم اند
و بباطن مستقیم نعمت می گیرند در خدمت پروردگار
و لذت می گیرند از شدت تشنگی طلب روز گرم
و قاعدہ است کہ در شدت حرارت غلبہ تشنگی
می شود و در فرق گرم و سرد خیلے دشواری
پس در شدت طلب چنان بحرارت شوق تشنہ
اند کہ ہرچہ از گرم و سرد پیش می آید فرو می برند

دیاجر جمع دیجور اندھیری رات اور ہواجر جمع ہاجرہ
گرمی کی دوپہر جس سے اونکی خلوت مع الٰہی مراد ہے
وہج یعنی شدت اور ظما پیاس و پیاسا ہونا اور پیاسے
پیاسے ۱۲ منتخب مطلب یہ ہوا کہ اونکی عادت ہے
کہ جب ظاہری استقامت و باطنی قرار کہ حضرت
حق سے نعمت پاتے اور شدت حرارت طلب
لذت لیتے ہین۔ قاعدہ ہے کہ شدت حرارت
مین پیاس کا ایسا غلبہ ہوتا ہے کہ گرم و سرد کا فرق
دشوار ہو جاتا ہے تو شدت طلب مین حرارت شوق کے
ایسے پیاسے ہین کہ گرم و سرد جو کچھ پیش آتا ہے وہی پی جاتے ہین

قوله تسلوا بالصلوة عن الشهوات

اقول تسلوا صیغہ جمع است از باب تفعیل تسلی
تسلی تسلیۃ یعنی دل جمعی و السلو خورسند شدن و
قرار گرفتن منتخب است کہ سلو بفتح و بضمتین و تشدید
و او خورسند شدن و زائل شدن اندوہ و فراموش
کردن یعنی قرار می گیرند در نماز از شہوات کہ

تسلوا جمع کا صیغہ ہے باب تفعیل سے تسلی تسلی
تسلیۃ یعنی دل جمعی اور سلو خوش ہونا اور قرار پانا
منتخب مین ہے کہ سلو بفتح و بضمتین و تشدید واو
خوش ہونا غم زائل ہونا۔ بھول جانا
یعنی نماز مین شہوات ہوا و ہوس نفسانی سے

هوا و هوس نفسانی اندیشانچه در حدیث آمده
حبب الیّ من دنیاکم ثلاث الطیب
والنساء وقرة عینی فی الصلوٰة زیراکه صلوٰة
پیوند است میان رب و مربوب و معراج مومن از آنکه
در صلوٰة تنویریست که در غیرش نیست پس می یابند
آنچه که می یابند ببرکت نماز و خشوع و خضوع در ان
وتخصیص صلوٰة از جمله فرایض اشارت به فضیلت
اوست بر سائر عبادات که مصلی را بر عبادت جمله
فرشتگان جامعیت می بخشد

بھول جاتے ہین۔ حدیث مین ہے کہ دنیا کی
چیزون مین مجھے تین چیزین پسند ہین خوشبو اور
عورت اور نماز مین آنکھ کی ٹھنڈک اس لیے کہ نماز
حق اور بندہ مین علاقہ اور بندہ کی معراج ہے
کیونکہ اس مین ایک ایسی نورانیت ہے جو کسی اور
مین نہین تو اوسے جو کچھ ملتا ہے وہ خشوع و خضوع و
نماز کی برکت سے اور نماز کی تخصیص جملہ فرایض سے
یہ بوجہ باقی عبادات پر اوسکی فضیلت کے ہے کیونکہ
نمازی نماز مین کل فرشتون کی عبادت کا جامع ہوتا ہے

قوله وتعوّضوا بحلاوة التلاوة عن اللذات

اقول تعوض عوض دادن شے را یعنی عوض
می گیرند از جمله لذات دینی و دنیوی هم درین دنیا
به چاشنی قرات قرآن زیراکه از و بنده را صفت
کلیمی حاصل می شود و به رفعت نگاه خود برین
طور معنی الٰهی رسیده موسی وقت می شود پس
حلاوتے و لذتے بیشتر ازین چه خواهد بود فطوبیٰ
لمن له نعیم القرآن فان اهل القرآن
اهل الله خاصةً ولیکن هرگز گوید که لذات ذکر
و مناجات و حلاوت تلاوت حجابست پس

تعوض کسی چیز کا بدلہ دینا یعنی تمام لذات دینی و
دنیوی کا وہ اسی دنیا مین قرآن پڑھنے کی چاشنی
سے عوض لے لیتے ہین کیونکہ اس سے بندہ کو
صفت کلیمی حاصل ہوتی ہے اور اپنی بلند نگاہی
سے اس طور معنی الٰہی پہ پہونچکر موسائی وقت
ہوتا ہے تو اس سے بڑھکر لذت و حلاوت اور
کیا ہوگی لذا جس نے نعمت قرآن حاصل کی اوسے
بشارت ہے کیونکہ اہل قرآن خاصکر اہل اللہ ہین اگر کوئی
یہ کہے کہ لذات ذکر و مناجات و حلاوت تلاوت حجاب ہین

مخصوص باہل استغراق ست در حال تلوین نہ در تمکین و نہ براے ہمہ و ہر کہ قائل این ست کاذب و زندیق است بعضے فقراے جاہل زمانہ بر قول بزرگ العلم حجاب الاکبر سر استر انیدہ اند و رو از حقیقت برگردانیدہ و اے صد واے نمی دانند کہ مراد از علم دانستن ہستی خود است نہ علم معروف کہ دانستن آن فرض را د سالک است

تو یہ بحالت تلوین یہ بحالت تمکین صرف اہل استغراق سے مخصوص ہے اور جو اس کا قائل ہے وہ جھوٹا اور زندیق ہے اس زمانہ کے بعض جاہل فقیر ایک بزرگ کے اس قول پر کہ علم حجاب اکبر ہے سر منڈا ئے اور حقیقت سے منہ پھیرے ہیں افسوس اون کو یہ نہیں معلوم کہ علم سے اپنا علم ہستی مراد ہے نہ علم مشہور جس کا جاننا ہر سالک پہ فرض ہے۔

قولہ يَلُوحُ مِنْ صَفَحَاتِ وُجُوهِهِمْ بِشْرُ الْوِجْدَانِ وَيَنِمُّ عَلَى مَكْنُونِ سَرَائِرِهِمْ نَضَارَةُ الْعِرْفَانِ

اقول یلوح از لاح یلوح مشتق از لوح بمعنی درخشیدن کذا فی الصراح بشر بمعنی بشارت آمدہ است و ینم از نم ینم بمعنی ظہور سرائر بروزن فعائل جمع سریرہ بمعنی پوشیدگی و خفا و نضارت بمعنی تازگی یعنی ظاہر از بشرہ ہاے شان خوشی قلب است کہ بر پوشیدگیہاے اسرار دلالت می کنند خلاصہ این کہ حال کمال شان بر کسی مستور نیست

یلوح لاح یلوح لوحًا سے مشتق ہے جس کے معنے چمکنے کے ہین ۱۲ صراح بشر بمعنی بشارت اور ینم نم ینم سے بمعنی ظہور سرائر بروزن فعائل سریرۃ کی جمع بمعنی پوشیدگی و خفا اور نضارت بمعنی تازگی۔ یعنی اون کے بشرہ سے قلبی مسرت ظاہر ہے جو اون کے پوشیدہ اسرار پر دلالت کرتی ہے خلاصہ یہ کہ اون کا حال کمال کسی سے پوشیدہ نہین

سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ
ولیکن محجوبان را کہ در حجاب ادبار اند چہ سود

اون کی پیشانیون پہ سجدے کے نشان ہین مگر محجوبان حجاب ادبار کے لیے کیا کہونکہ سے

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ۔ چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

اگر دن مین چمگادڑ نہ دیکھے تو آفتاب کا کیا قصور

فطوبیٰ للمحظوظین والویل للمحرومین تازگی

لہذا محظوظین کو بشارت اور محرومین پر حسرت ہی اور تازگی

عرفان دلالت می کند کہ ایشان صاحب اسرار
ربانیہ اند سویداے پاکبازان ہر بے خبر نہ بیند
اسرار عشق ورزی ہر باخبر ندانند۔

عرفان اس کی دلیل ہے کہ وہ صاحب اسرار ربانیہ
ہین سو پاکبازون کی پیشانی ہر بے خبر نہین دیکھتا
اور عاشقی کے اسرار ہر باخبر نہین جانتا

قوله لا يزال في كل عصر و زمان منهم علماء قائمون بالحق

اقول یعنی در ہر زمانہ از اوشان علماء باللہ بودہ
اند و خواہند بود کہ قائم اند بر جادۂ شریعت و سجادۂ
طریقت زیرا کہ قدوم ایشان باعث نزول ابر
و عروج نباتات و صرف بلیات از خلق است
و از ایشان قوام عالم است و ایشان عارف تام المعرفۃ
می باشند پس جمیع احوال و افعال و حرکات ایشان
حق اند فهم اهل الحق

یعنی ہر زمانے مین علماء باللہ ہوے اور ہوتے ہین
اور ہوتے رہین گے جو جادۂ شریعت و سجادہ
طریقت پہ قائم ہین انھین کی برکت سے
پانی برستا اور نباتات اوگتے اور عالم سے بلائین
دور ہوتی ہین اور انھین سے دنیا قائم ہے اور
وہی عارف تام المعرفت ہین جن کے کل افعال
افعال حق ہین لہذا وہ اہل حق ہین۔

قوله داعون للخلق

اقول دعوت کنندگان اند خلق را بسوے حق
پس طریق ایشان حق است و کلام ایشان باتباع حق

یعنی خلق کو حق کی طرف بلاتے ہین پس ان کا
طریقہ حق اور ان کا کلام متابعت کے لیے احق ہے

قوله منحوا من المتابعة رتبة الدعوة وجعلوا للمتقين قدوة

اقول منح العطاء و المتقین جمع متقی مشتق از
اتقاء یعنی پرہیزگاری کردن و در اصطلاح متقی
آن کہ ارتکاب اوامر کند و اجتناب از نواہی نماید
و فضل اتقا بسیار آمدہ است قال اللہ ان اکرمکم

منح عطا متقین جمع متقی اتقا سے مشتق بمعنے
پرہیزگاری کرنا اور اصطلاح مین متقی وہ ہے جو اوامر
کو کرے اور منہیات سے بچے اور اتقا کی بہت
فضیلت آئی ہے اللہ تعالی فرماتا ہے کہ تم مین زیادہ بزرگ

عند الله اتقاکم قدوه بحرکات ثلثه بمعنی
پیشوا این معنی این بود که عطا کرده شد ایشان
را مرتبهٔ دعوت که مرتبهٔ انبیاء است بسبب
پیروی ظاهری و باطنی ایشان و پیشوای
پرهیزگاران گردانیده شدند این تخصیص بهم
پرهیزگاران دلالت دارد بر شرف رتبهٔ ولایت
و ازین است که گویند ولی نائب رسول است
و ولایت رسول از نبوت او افضل است

اللہ کے نزدیک وہ ہے جو زیادہ متقی ہو۔ قدوہ بحرکات
ثلاثہ بمعنی پیشوا الغرض یہ ہے کہ ان کو مرتبہ
دعوت جو انبیاء کا طریقہ ہے بسبب ان کی ظاہری
و باطنی متابعت کے عطا کیا گیا اور یہ پرہیزگارون
کے پیشوا کیے گئے پرہیزگارون کی تخصیص تعمیم
شرف رتبۂ ولایت کی دلیل ہے اسی لیے کہتے
ہین کہ ولی رسول کا نائب ہے اور رسول کی
ولایت اوس کی نبوت سے افضل ہے۔

قوله فلا يزال في الخلق آثارهم و يزهر في الآفاق
انوارهم من اقتدى بهم اهتدى و من انكرهم ضل و اعتدى

اقول الازهار روشن گردانیدن الاهتداء راه
گرفتن یعنی اصفیا بسبب حصول مرتبهٔ دعوت
که نتیجهٔ اعمال است چنان گردیدند که پیوسته
نشانهای آنها در خلق ظاهر اند و انوار شان
چون آثار انبیاء روشن پس هر که به عقیدت پی
ایشان رفت هدایت یافت زیرا که متابعت
ایشان عین متابعت انبیاء است چه که اینها
نائب اند و حکم نائب حکم منیب است هر که
بمخالفت انکار ایشان کرد پس او خود ظلم کرد

ازہار روشن کرنا۔ اہتداء راہ لینا یعنی اصفیاء بسبب
حصول مرتبۂ دعوت جو نتیجہ اعمال ہے ایسے
ہوے کہ ہمیشہ خلق مین اون کے نشان ظاہر اور
انبیاء کے آثار کی طرح اون کے انوار روشن ہین
جو کوئی عقیدت ان کا متبع ہوا اوس نے ہدایت
پائی اس لیے کہ ان کی متابعت عین انبیاء
کی متابعت ہے کیونکہ یہ اون کے نائب ہین
اور نائب و منیب کا حکم ایک ہے اور جس نے
بسبب مخالفت انکار کیا اوس نے اپنے اوپر ظلم کیا

انکار بضد اشارہ است بکمال خباثت و دعوے مساوات معاذ اللہ چہ نسبت خاک را با عالم پاک

اور انکار بضد دعوے ہمسری اور کمال خباثت کی دلیل ہے معاذ اللہ خاک کو عالم پاک سے کیا نسبت

فبشریٰ لمن عظّمھم وویل لمن حقّرھم

وہرگاہ شیخ از حمد و نعت اصفیا در توحید فارغ شد باز حمد کرد دوبارہ بر نعم اصفیا و نسبے بود

تو جنھون نے اونکی تعظیم کی اونکو بشارت اور جنھون نے اونکی تحقیر کی او نپر حسرت ہے پھر جب حضرت مصنف حمد و نعت سے فارغ ہوے تو دوبارہ نعم اصفیا پر حمد کی اور فرمایا

قولہ فللہ الحمد علی ما ھیّأ للعباد من برکۃ خواص حضرتہ من اھل الوداد والصلوۃ والسلام علی نبیہ ورسولہ محمد وآلہ واصحابہ الاکرمین الامجاد

اقول التہیا موجود کردن و فراہم آوردن امجاد جمع مجد یعنی بزرگی یعنی سپاس خدا را کہ موجود گردانید براے بندگان از برکت خاصان خود کہ اہل دوستی اند و ہمین مراد است از اخوت اسلامی و رحمت کاملہ نازل باد بر نبی و رسول او کہ محمد صلعم اند و آل و اصحاب او کہ بزرگتر اند و آوردن صلوۃ بعد الحمد اشارت است با تمام شکر حق باید دانست کہ صلوۃ اصلش صلوت بفتحات ثلثہ واو الف شد و این لفظ اسم تصلیہ است و لہذا مفعول مطلق صلی واقع شود و مشترک لفظی ست نزد عبد اللہ ابن عباس و تابعین ایشان کما ہو المشہور یعنی چون منسوب بسوے او باشد بیاے ست کہ در کلام الٰہی بود یا در کلام

تہیا موجود کرنا اور جمع کرنا امجاد جمع مجد یعنی بزرگی یعنی خدا کے لیے تعریف ہے جسنے اپنے بندون کے لیے خاص لوگون کی وجہ سے جو اہل محبت ہین برکت دی جس سے اخوت اسلامی مقصود ہے اور اُسکے نبی و رسول محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور اونکے آل و اصحاب پر جو سب سے بزرگ ہین رحمت کاملہ نازل ہو حمد کے بعد صلوۃ لانا اتمام شکر حق کی طرف اشارہ ہے جاننا چاہیے کہ صلوۃ کی اصل صلوت بفتحات ثلثہ ہے واو الف ہو گیا اور یہ لفظ تصلیہ کا اسم ہے اور اسی لیے مفعول مطلق صلی کا واقع ہوتا ہے حضرت عبد اللہ ابن عباس اور اُنکے تابعین کے نزدیک مشترک لفظی ہے جیسا کہ مشہور ہے یعنی جب خدا کی طرف منسوب ہو گی خواہ اوس کے کلام مین ہو یا بندہ کے کلام مین

بنده مراد ازان رحمت است واگر منسوب بملائکه
باشد استغفار واگر به مومنین بود دعا واز هری در
تهذیب اللغات از ابن الاعرابی می آرد که اگر
از طیور و هوام بود تسبیح است و جزری در نهایه
می گوید معنی صلی الله علیه وسلم آن ست که حق
تعالے آنحضرت را در دنیا باعلاے ذکر و ترقی
اسلام و در عقبی به شفاعت امت و تضعیف ثواب
بر اعمال عظمت بخشد و مشترک معنوی ست نزد بعضے
محققین یعنی موضوع براے عطف و افادت الخیر
که مشترک است در معانی مذکوره کما ذهب الیه
صاحب المغنی وازین جاست که امام غزالی
می فرماید الصلوٰة موضوعة للقدر المشترك
الثلاثة المذكورة وهو الاعتناء بالمصلی
علیه انتهی و در معنی این لفظ اختلافهاے
دیگر است که این رساله گنجایش آن ندارد و کتابت
الفش بواو شهرت دارد و صاحب جامع الرموز
در بیان این لفظ می نویسد الفها مبدلة عن
الواو ولم تكتب بها في غير القرآن كما
قال ابن درستویه و نبی یا مشتق است از نبا

تو رحمت مراد ہوگی اور اگر فرشتون کی طرف منسوب
ہوگی تو استغفار اور اگر مومنین کی طرف منسوب ہوگی
تو دعا۔ ازہری تہذیب اللغات مین ابن اعرابی سے
نقل کرتے ہین کہ اگر چڑیون کی طرف منسوب ہوگی
تو تسبیح اور علامہ جزری نہایہ مین لکھتے ہین کہ صلے اللہ علیہ
وسلم کے یہ معنے ہین کہ خدا آنحضرت کو دنیا مین اعلاے ذکر
و ترقی اسلام اور عقبی مین شفاعت امت و تضعیف ثواب
اعمال سے عظمت بخشی اور بعض محققین کے نزدیک مشترک
معنوی ہے یعنی عطف اور افادہ خیر کے لیے جو معانی مذکورہ
مین مشترک ہے بنایا گیا ہے یہی صاحب مغنی کا بھی مذہب
ہے اور یہین سے امام غزالی فرماتے ہین کہ صلوٰۃ
قدر مشترک ثلاثہ مذکورہ کے لیے موضوع ہے جو اعتنا
بالمصلی علیہ ہے انتہی اور اس کے معنون مین اور
بھی اختلاف ہے جس کی گنجایش اس رسالہ مین
نہین اور اس کے الف کی کتابت واو سے مشہور ہے
صاحب جامع الرموز اس لفظ کے بیان مین لکھتے
ہین کہ اس کا الف واو سے بدل دیا گیا اور مع الالف
قرآن کے سوا اور کہین نہین لکھا گیا جیسا کہ
ابن درستویہ نے کہا اور نبی یا نبا بمعنی رفع سے

بمعنی رفع ویا از انبا بمعنی اخبر و میان نبی و رسول
خصوص و عموم است هذا هو مذهب اهل السنة
والجماعة بدلیل قوله تعالی وما ارسلنا
قبلك من رسول ولا نبی صرح به الفاضل
اللاهوری فی بعض حواشیه ومذهب معتزله
آن است که رسول ونبی متحد بالذات ومغایر
بالاعتبار والمفهوم‌اند یعنی ازین جهت که لفظ رسول
ارسلنا وانچه مفید این معنی باشد در حق شے وارد
شده است رسول است وازین جهت که لفظ
نبی ومرادفش در شانش وارد گردیده نبی است
وازین جاست که علامه تفتازانی در شرح مقاصد
بتبعیت این قول قائل مساوات گردیده لیکن
ظاهر آیت مذکوره وقوله تعالی وکان رسولا نبیا
ازان انکار می کند ونزد بعضے رسول عام است از
نبی که انسان وفرشته هر دو را شامل است بخلاف
نبی که مخصوص است به انسان ومؤید این معنی است
قوله تعالی وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ونزد بعضے نبوت
کتاب وشریعت جدیده در مفهوم نبی شرط است
وبرین تقدیر بینهما تباین باشد والتفصیل

مشتق ہے یا انبا بمعنی اخبر سے اور نبی و رسول میں
عموم وخصوص ہے جو اہل سنت وجماعت کا مذہب
ہے بدلیل آیت وما ارسلنا قبلك[سله] جس کی
تصریح فاضل لاہوری نے اپنے بعض حواشی میں کی
اور معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ نبی و رسول ذاتاً ایک
اور مفہوماً غیر ہیں یعنی اس لیے کہ لفظ رسول وارسلنا
وغیرہ اوس کے حق میں وارد ہوئے وہ رسول ہے
اور اس لیے کہ لفظ نبی اور اوسکے ہم معنے اوس کی
شان میں وارد ہوئے نبی ہے۔ اور اسی لیے
علامہ تفتازانی شرح مقاصد میں ان کے قول
کو مان کر قائل مساوات ہوئے مگر آیت مذکور
اور ظاہر آیت وکان رسولا نبیا اس کا منکر
ہے اور بعض کے نزدیک رسول نبی سے عام (اور تھا رسول اور نبی)
ہے کیونکہ وہ انسان اور فرشتوں دونوں پر شامل
ہے بخلاف نبی کے جو انسان سے مخصوص ہے
جس کی مؤید آیت وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا
ہے اور بعض کے نزدیک جدید شریعت وکتاب کا
نہ ہونا مفہوم نبی میں مشروط ہے اور اس صورت
میں دونوں میں تفرق ہوگا جس کی تفصیل

سله اور نہ بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے کوئی نبی اور نہ رسول ۱۲

في المطولات محمد وجه تسمیهٔ آنحضرت باین اسم
مبارک وفور محمودیت ایشان بمجرد پیدایش است
وباب تفعیل از حمد مفید معنی مبالغه وکثرت می باشد
ولهذا فاضل اسفراینی در اطول می آرد که از حمد
دو اسم برای مبالغه اشتقاق یافته یکی محمد برای
مبالغه محمودیت دوم احمد برای مبالغه حامدیت
وآله لفظ آل اسم جمع است اصلش نزد سیبویه آل که
در اصل اهل بود بدلیل تصغیرش اهیل وهذا
هو المشهور والمسلم عند البصریین ونزد کسائی
سر آمد کوفیان اصلش اول بالتحریک بدلیل تصغیرش
اویل وهذا هو الموثوق عند الکوفیین
قال الکسائی سمعت اعرابیا فصیحا یقول
آل واویل واهل واهیل وهکذا نقل عن
الاصمعی ایضا واین قول باعتبار قیاس اولی
زیرا که خلاف قیاس برین مذهب لازم نمی آید
اما اهیل می تواند که تصغیر اهل باشد کما یدل علیه
قول الاعرابی المذکور بلکه بعضی از محققین برین معنی
تصریح کرده اند مثل فاضل چلپی که در منهیات
حواشی مطول می گوید قد سمع اویل في تصغیر آل

مطولات مین ہے ۔ محمد آنحضرت صلعم کی وجہ تسمیہ اس
نام نامی سے بوجہ آپ کی وفور محمودیت پیدائشی کے
ہے اور حمد باب تفعیل سے مفید معنی مبالغہ وکثرت
کے ہے اسی لیے فاضل اسفراینی اطول مین لکھتے
ہین کہ حمد سے مبالغہ کے دو اسم مشتق ہوئے ایک
محمد مبالغہ محمودیت کے لیے دوسرا احمد مبالغہ حامدیت
کے لیے وآلہ لفظ آل اسم جمع ہے جس کی اصل
سیبویہ کے نزدیک آل ہے کہ اصل مین اہل تھا بدلیل
تصغیر اہیل اور یہی مشہور اور بصرہ والون کے نزدیک
مسلم ہے اور سرگروہ کوفیین کسائی کے نزدیک اسکی
اصل اول بالتحریک بدلیل اوس کی تصغیر اویل کے
تھی اور یہی کوفیون کے نزدیک درست ہے کسائی نے
کہا کہ مین نے ایک فصیح اعرابی کو آل و اویل و اہل و اہیل
کہتے سنا اور ایسا ہی اصمعی سے بھی منقول ہے اور
یہ قول باعتبار قیاس اولے ہے کیونکہ یہان خلاف قیاس
لازم نہین آتا ہے لیکن اہیل ممکن ہے کہ اہل کی تصغیر ہو
جس پر قول اعرابی دلالت کرتا ہے بلکہ بعض محققین
نے اسی کی تصریح کی ہے جیسے فاضل چلپی کہ منہیات
حواشی مطول مین لکھتے ہین کہ تصغیر آل اویل سنی گئی

وهذا دليل على ان الفه منقلبة عن الواو
واما اهيل تصغير اهل ولا داعى الى جعله
تصغير آل ليكون الفه بدل همزة مبدلة
بل لا دليل عليه انتهى بلفظه ومثل فاضل
اسفرائني که در اطول می گوید فاهيل ليس تصغيرًا
للاهل لا للآل ومثل علامهٔ ازهری که در
تهذيب اللغات می آرد قال ابو العباس احمد
بن يحيى اختلف الناس فى الآل فقال طائفة
آل النبى من اتبعه قرابة كانت او غير
قرابة واهله ذو قرابة تبعا او غير متبع و
قالت طائفة الآل والاهل واحد واحتجوا
بان الآل اذا صغر قيل اهيل لكان الهمزة
هاء بقولهم هنرت الثوب وانرته اذا
جعلت له علما قال وروى الفراء عن
الكسائى فى تصغير آل اويل قال
ابو العباس فقد زالت تلك العلة وصار
الآل والاهل اصلين لمعنيين انتهى
بالجمله تصغيرات مذكوره دلالت برين معنى دارند که
اهيل تصغير اهل است نه آل که تصغيرش اويل

جو اس بات کی دلیل ہے کہ اوس کا الف واو سے
بدل دیا گیا مگر اہل کی تصغیر اہیل تو کوئی اس کے
آل کی تصغیر ہونے کا مدعی نہین کہ اوس کا الف
بدل ہمزہ مبدلہ ہو بلکہ اس پر کوئی دلیل نہین انتہے اور
ایسے ہی فاضل اسفرائنی بھی اطول مین لکھتے ہین کہ
اہیل نہ تو اہل کی تصغیر ہے نہ آل کی یا علامۂ ازہری
تہذیب اللغات مین لکھتے ہین کہ ابو العباس احمد بن
یحیے نے کہا کہ آل مین اختلاف ہے بعض کے نزدیک
آل نبی وہ لوگ ہین جو قرابتہ یا غیر قرابتہ آپ کے تابع
ہون اور اہل وہ ہین جو آپ کے قرابت دار ہون
تابع ہون یا نہ ہون اور بعض کے نزدیک آل و اہل
ایک ہین اون کی یہ دلیل ہے کہ آل کی جب تصغیر
کی جائیگی تو بوجہ ہمزہ کے ہا ہو جانے کے اہیل کہا
جائیگا بسبب اون کے اس قول کے کہ ھنرت الثوب
الخ اور فراء نے کسائی سے آل کی تصغیر اویل روایت
کی ابو العباس نے کہا کہ پھر یہ علت زائل ہوگئی
اور آل و اہل یہ دو معنون کی اصل ہوگئی انتہے
بالجملہ تصغیرات مذکورہ اس پر دلالت کرتے ہین کہ
اہیل اہل کی تصغیر ہے نہ آل کی جس کی تصغیر اویل

می آید و مؤید این معنی است فرقے کہ میان آل
واہل بوجوہ عدیدہ ثابت شدہ اول آنکہ اضافت
آن مخصوص بذوی العقول است پس اضافت
نمی شود بسوے اللہ و حق و زمان و مکان و معانی
و حرف و لہذا آل الحق و آل المصر و آل الزمان
و آل العلم والاسلام و آل التجارۃ مستعمل نہ شود.
بخلاف اہل فانہ اعم ہکذا فی حاشیۃ الچلپی
و ابی القاسم علی شرح التلخیص و غایۃ الہدایۃ
علی شرح ہدایۃ الحکمۃ متفرقا دوم آنکہ
اضافتش از میان ذوی العقول مخصوص بہ ذکور
است و لہذا آل فاطمہ نمی گویند بخلاف اہل
کذا فی منہیہ حاشیۃ فاضل الچلپی سوم آنکہ اضافتش
از میان ذکور باشراف و ارباب عظمت مخصوص
است و لہذا آل حائک آل حجام نباید بخلاف
اہل و ہکذا فی کثیر من الکتب چہارم آنکہ
اضافتش بسوے ضمیر غیر مستحسن و نادر و لہذا
در کلام مجید نیامدہ و در احادیث بطور ندرت دیدہ
شد بلکہ نزد کسائی و ابوبکر زبیدی ممنوع مگر تحقیق
آن ست کہ اضافتش بسوے ضمیر در کلام مجید

آتی ہے اور اس کی تائید اوس فرق سے ہوتی ہے
جو آل و اہل میں کئی وجہوں سے ہے اول یہ کہ
آل کی اضافت ذوی العقول سے مخصوص ہے
لہذا وہ اللہ و حق و زمان و مکان و معانی و پیشہ
کی طرف مضاف نہوگا اور اسی لیے آل حق و آل مصر
و آل زمان و آل علم و اسلام و آل تجارت مستعمل نہوگا
بخلاف اہل کے کہ وہ اعم ہے ایسا ہی حاشیہ چلپی و
حاشیہ ابی القاسم بر شرح تلخیص و غایۃ الہدایۃ حاشیہ
شرح ہدایۃ الحکمۃ میں متفرقا ہے دوسرے یہ کہ اسکی
اضافت ذوی العقول میں ذکور سے مخصوص ہے اور
اسی لیے آل فاطمہ نہیں کہتے بخلاف اہل کے جیسا کہ منہیہ
حاشیہ فاضل چلپی میں ہے تیسرے یہ کہ اوس کی
اضافت ذکور میں شریفوں اور بزرگوں سے مخصوص
ہے اور اسی لیے آل حائک و آل حجام نہیں آتا بخلاف
اہل کے اور یہ بہت سی کتابوں میں ہے چوتھے یہ کہ
اوس کی اضافت ضمیر کی طرف کم اور ناجائز ہے اور اسی
لیے کلام مجید میں نہیں ہے اور احادیث میں کبھی کبھی
ہے بلکہ کسائی و ابوبکر زبیدی کے نزدیک ممنوع ہے مگر
تحقیق یہ ہے کہ ضمیر کی طرف اسکی اضافت کلام مجید میں

ثابت است چنانکه فاضل چلپی در منهیه شرح از
مرادی شرح الفیه نقل کرده وحق بجانب اوست
لما روی عن افصح العرب والعجم صلی الله
علیه وسلم آل کل مومن تقی الی یوم الفنا
رواه التمام فی فوائده کذا فی الشمنی و ازین
تحقیق ثابت شد که قول بعض اضافت آل
بسوی مضمر در حدیث نیامده غلط است اگر
پرسند چون اضافت آل مخصوص باشراف و ارباب
عظمت است باید که تصغیرش نیاید زیرا که تصغیر
دلالت بر حقارت کند جوابش آنکه این دلالت
مطلقاً مسلم نیست بلکه ممکن که برای عظمت باشد
و بر تقدیر تسلیم از حقارت آل حقارت مضاف الیه
آن که عظمتش مقصود است لازم نمی آید ولو فرض
حقارت من وجه منافی عظمت بوجه دیگر نیست
زیرا که عظمت مراتب دارد وهذا مما یتعلق به لفظاً
واما باعتبار معنی دران پنج مذهب است اول
بمعنی اتباع وهو مذهب جابر بن عبدالله
وسفیان الثوری ومختار بعض اصحاب
الشافعی والمرجح عند النووی والازهری

ثابت ہے جیسا کہ فاضل چلپی نے منہیہ مین مرادی
شرح الفیہ سے نقل کیا اور حق بجانب بھی وہی ہے
چنانچہ افصح العرب والعجم صلعم سے مروی ہے کہ میری
اولاد ہر مومن متقی ہے قیامت تک اس کو تمام نے
اپنے فوائد مین روایت کیا جیسا کہ شمنی مین ہے اس
تحقیق سے یہ ثابت ہوا کہ بعض کا یہ قول کہ اضافت
آل مضمر کی طرف حدیث مین نہین آئی غلط ہے اگر
کہین کہ جب آل کی اضافت شریفون اور بزرگون سے
مخصوص ہے تو اسکی تصغیر نہ آنا چاہیے کیونکہ تصغیر حقارت
پر دلالت کرتی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دلالت
مطلقاً مسلم نہین بلکہ ممکن ہے کہ عظمت کے لیے ہو
اور اگر ہو بھی تو حقارت آل سے حقارت مضاف الیہ
جس کی عظمت مقصود ہے لازم نہین آتی علاوہ اس کے
ایک وجہ سے حقارت دوسری وجہ سے عظمت کی
منافی نہین کیونکہ عظمت کے مراتب ہین اور یہ اوس
سے لفظاً متعلق ہے مگر معناً اوس مین پانچ مذہب
ہین اول بمعنی اتباع جو جابر بن عبداللہ وسفیان
ثوری و بعض اصحاب شافعی کا مذہب و مختار
ہے اور نووی و ازہری کے نزدیک مرجح

دوم بنو ہاشم و بنو المطلب وہو مذہب الشافعی
سوم بنو ہاشم فقط و ہو مذہب امامنا
الاعظم و مختار بعض المالکیۃ چہارم
ازواج و بنات و داماد آنحضرت اولاد اوشان
و نزد بعضے خدم نیز پنجم اہلبیت است بالجملہ معنی
اول مصداق آل حسبی است و باقی مصداق
آل نسبی ولنعم ما قیل چنانکہ زکوۃ و صدقہ مال بر
آل نسبی حرام است صدقہ علم کہ عبارت از تقلید
در علوم است بر آل حسبی او کہ علماء راسخین و
اولاد روحانی اویند حرام است و چون مصنف از
حمد و صلوۃ فارغ شد شروع کرد در بیان نیت خویش
درین تالیف شریف پس فرمود

دوسرے بنی ہاشم و بنو مطلب بر مذہب شافعی
تیسرے صرف بنو ہاشم ہمارے امام اعظم اور بعض مالکیہ
کے نزدیک چوتھے آنحضرت صلعم کی بیبیان بیٹیان
و داماد و اولاد اور بعض کے نزدیک خادم بھی پانچوین
اہل بیت بالجملہ پہلے معنی آل حسبی اور باقی آل نسبی
کے مصداق ہین اور کیا خوب کہا گیا ہے کہ جس طرح
زکوۃ و صدقہ مال آل نسبی پر حرام ہے اوسی طرح صدقہ
علم یعنی علوم مین تقلید اون کی آل حسبی یعنی علماء
راسخین و اولاد روحانی پر حرام ہے پھر حضرت
مصنف نے حمد و صلوۃ سے فارغ ہو کر اس تالیف
شریف سے جو اپنی نیت تھی وہ بیان کرنا شروع
کی لہذا فرمایا۔

ثُمَّ اَنَّ اِیْثَارِیْ لِھَدْیِ ھٰؤُلَآءِ الْقَوْمِ وَمَحَبَّتِیْ لَھُمْ لِشَرْفِ حَالِھِمْ وَصِحَّۃِ سِیَرِھِمْ
الْمَبْنِیَّۃِ عَلَی الْکِتَابِ وَالسُّنَّۃِ الْمُتَحَقِّقِ بِھَا مِنَ اللّٰہِ الْکَرِیْمِ ذِی الْفَضْلِ وَالْمِنَّۃِ

اقول یعنی اختیار من راہ نیک و سیرت این قوم را
و محبت من با وشان از انست کہ دانا ام از بزرگی
حال و صحت طریقہ آنہا کہ مبنی بر کتاب و
سنت است کہ ثابت است از خدائے بزرگ
صاحب فضل و احسان۔

یعنی مین نے جو ان کے عادات اختیار کیے اچھے
اون سے محبت ہے وہ اس لیے کہ مین
اون کی بزرگی اور صحت طریقہ سے جو کتاب اللہ
سے ثابت اور سنت رسول اللہ پر مبنی ہے زیادہ
واقف ہون۔

قولہ حدانی ان اذبّ عن ہذہ العصابۃ ہذہ الصبابۃ

اقول یعنی انگیخت مراد باعث شد و عصابہ
بکسر نوعے از جامہ کہ بدان سر بندند و دستار را
نیز گویند و گروہے از مردم و مراد این جا ہمین
گروہ صوفیہ است و صبابہ بالضم بقیۂ آب در
ظرف و مقصود ازو این جا ہمین کتاب است و
ذب یعنی نرم رفتن یعنی خواستم کہ بہ نرمی دفع کنم
ازین جماعت صوفیہ صافیہ باین کتاب و
بنمایم طالب را کہ صوفی کیست و تصوف چیست
و ماہیت آن چہ واللہ عندہ ام الکتاب

یعنی مجھکو آمادہ کیا اور باعث ہوا۔ عصابہ بالکسر
وہ کپڑا جس سے سر باندھتے ہین اور پگڑی کو بھی
کہتے ہین اور آدمیون کا گروہ یہان گروہ صوفیہ
ہی مراد ہے اور صبابہ بالضم پیالے مین بچا ہوا
پانی جس سے یہان مراد یہی کتاب ہے اور ذب
نرم چلنا یعنی مین نے چاہا کہ بہ نرمی اس کتاب
مین صوفیہ صافیہ پر سے اعتراضات دفع کرون
اور طالب کو بتاؤن کہ صوفی کون اور تصوف
اور اوس کی ماہیت کیا ہے

قولہ واُلّفت ابواباً فی الحقایق والآداب معربۃ عن وجہ الصواب فیما اعتمدوہ مشعرۃ بشہادۃ صریح العلم فیما اعتقدوہ

اقول و جمع کنم ابواب در بیان حقایق و آداب
کہ ظاہر کنند وجہ صواب و حق در ان شے کہ
ایشان را اعتماد بر وست مخبرہ بشہادت صریح
علم معتقدات آنحضرات را و علم دو قسم است اول
علم باللہ کہ بلا واسطہ حاصل شود نہ علم النفس
و ہمین علم وراثت است و مخصوص بصوفیہ کہ
و علمناہ من لدنا علما دیگر علم برہان قاطع

اور حقایق و آداب کے بیان مین ابواب جمع
کرون جو اون کے معتقدات صحیح ہونے کو ظاہر
کردین اور اون کے معتقدات کی صریحی شہادت
دین اور علم کی دو قسمین ہین علم باللہ جو
بلا واسطہ حاصل ہو نہ علم نفس اور یہی علم
وراثت مخصوص بہ صوفیہ ہے کہ علمناہ[1]
من لدنا علما اور علم بہ برہان قاطع

[1] اور سکہایا ہمنے اوسکو اپنے پاس سے علم ۱۲

که قرآن وحدیث واجماع وقیاس است این
عام است براے عام دران شی که او شانرا
اعتقاد است لکن سبب تالیف می نگارد ومی فرماید

یعنی قرآن وحدیث واجماع وقیاس سے اور
یہ عام کے لیے اون کے اعتقادیات مین عام ہے
اب سبب تالیف لکھتا اور فرماتے ہین۔

قوله حيث كثر المتشبهون بهم واختلفت احوالهم وتستر بزيهم
المتستّرون وفسدت اعمالهم وسبق الى قلب من لا يعرف اصول سلفهم
سوء ظن وكاد لا يسلم من دقيقة فهم وطعن ظنا منه ان حاصلهم
راجع الى مجرد رسم وعائد الى مطلق اسم

اقول التستر درپرده شدن یعنی چونکه متشبه بایشان
بسیار شدند واحوال شان مختلف شد وپرده
پوشیدند بلباس ایشان ناکسان وتباه
شدند اعمال آنها وبدگمان شد آنکه نمیداند
اصول بزرگان سلف را وقریب است که
تسلیم نه کند از طعن کردن در انها باین خیال که
حاصل صوفیه راجع به مجرد رسم وعائد بمطلق اسم است
خلاصه این که اکنون بفساد زمان وتغیر اخوان
مانده راس طریق حق وظهور سوء ظن از تصوف صرف
نام ونشان باقی مانده است صوفی ومتصوف
کجا قول حسن بصری راست آمده است که مسلمانان
درگور ومسلمانی در کتاب پس از تالیف این

تستر چھپنا یعنی چونکہ ان سے مشابہ لوگ بہت ہوگئے
اور اون کے حالات مختلف ہوے اور ان کے لباس
مین نالایق لوگ آکر چھپے اور اون کے اعمال تباہ
ہوے اور کچھ دور نہین کہ بزرگون کے اصول سے
ناواقف شخص بدگمان ہو کر طعن سے یہ کہنے لگے
کہ مقاصد صوفی صرف رسم وخصوصیات اور محض
براے نام ہین غرضکہ اب زمانہ کی خرابی اور اخوان
طریقت کی تباہی اور تصوف کی بربادی وبدگمانی
سے اس کا صرف نام ونشان باقی رہ گیا ہے
صوفی کون ومتصوف کہان حضرت حسن بصری
کا ارشاد درست ہے کہ مسلمان قبر مین اور
مسلمانی کتاب مین ہے تو اس تالیف سے

مولف خواست کہ حق را ظاہر و باطل را مسنح گرداند
اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا وَاجْعَلْنَا مِنْ اَحِبَّائِكَ وَاَصْفِيَائِكَ

مولف نے حق کو ظاہر اور باطل کو مسنخ کرنا چاہا یا الٰہی
ہم کو محفوظ رکھ اور زمرۂ احباب و اصفیا مین داخل کر

قَوْلُهُ وَمَا حَضَرَنِیْ فِیْهِ مِنَ النِّیَّةِ اَنْ اُکَثِّرَ سَوَادَ الْقَوْمِ بِالْاِعْتِزَاءِ اِلٰی طَرِیْقِهِمْ
وَالْاِشَارَةِ اِلٰی اَحْوَالِهِمْ فَقَدْ وَرَدَ مَنْ کَثَّرَ سَوَادَ قَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ وَاَرْجُوْا
مِنَ اللّٰهِ الْکَرِیْمِ صِحَّةَ النِّیَّةِ فِیْهِ وَتَخْلِیْصَهَا مِنْ شَوَائِبِ النَّفْسِ

اقول الاعتزاء الانتساب یعنی نیت وقصد من
انچہ کہ درین ہنگام تالیف است این است کہ بسیار
کنم سواد قوم را بہ نسبت کردن سوے طریقہ شان
وایما باحوال آنہا کہ داخل در مصداق حدیث شوم
کہ ہر کہ بسیار کند سواد یعنی آثار قوم را پس او از ایشان
و در ایشان شمار کردہ خواہد شد و امیدوارم از
خدائے بزرگ آیندہ صحیح ماندن نیت را درین
تالیف و خلاصی آن از آمیزشہائے نفس لاَنَّ
النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ۔

اعتزا انتساب یعنی میری نیت اس تالیف سے
یہ ہے کہ مین سواد قوم اون کے طریقے اور حالات
لکھکر بڑھاؤن تا کہ اس حدیث کا مصداق
ہو جاؤن کہ جو شخص آثار قوم بڑھائے وہ اونھین
مین گنا جائے گا اور مین خدا سے اس تالیف
مین آیندہ بھی نیت آمیزش نفس سے خالی اور
صحیح رہنے کا امیدوار ہون کیونکہ نفس برائی
ہی سکھاتا ہے بجز اوس کے جس پر خدا
رحم کرے۔

قَوْلُهُ وَکُلُّ مَا فَتَحَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیَّ فِیْهِ مِنَحٌ مِنَ اللّٰهِ الْکَرِیْمِ وَعَوَارِفُ
وَاَجَلُّ الْمِنَحِ عَوَارِفُ الْمَعَارِفِ

اقول عوارف جمع عارفہ بمعنے عطیہ و معارف جمع
معرفت بمعنی شناخت و مراد از عوارف اینجا نام
کتاب است یعنی و ہمہ انچہ کہ حق بر من کشاد درین

عوارف جمع عارفہ یعنی عطیہ اور معارف
جمع معرفت یعنی پہچان یہان عوارف سے
نام کتاب مراد ہے یعنی جو کچھ خدا نے مجھ پر اس

تالیف احسان است از وو اجلّ و اعظم بخشش عوارف المعارف است۔

تالیف مین ظاہر کیا وہ اوس کا احسان ہے اور سب سے بڑی بخشش عوارف المعارف ہے

قوله وَالْكِتَابُ يَشْتَمِلُ عَلَى نَيِّفٍ وَسِتِّيْنَ بَابًا

اقول النیف الزیادة علی العقدة مالم یبلغ العقدة کذا فی صحف اللغة یعنی این کتاب شامل بر شصت وچند باب است

نیف وس پر زیادتی کو کہتے ہین جب تک دوسری گرہ نہ پہونچے جیسا کہ صحف اللغت مین ہے یعنی یہ کتاب ساٹھ اور چند بابون پر شامل ہے

قوله وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ

اقول یعنی اللہ توفیق دہندہ است توفیق در لغت بمعنی درست دادن کسے را بکارے و در اصطلاح متوجہ کردن اسباب بحصول مطلوب خیر و این تخصیص خیر از شر باعتبار عرف است نہ لغت و فہرست کتاب این است باب اول در منشأ علوم صوفیہ باب دوم در تخصیص صوفیہ بحسن استماع باب سوم دربیان فضیلت علم صوفیہ و اشارت بقدرے ازان باب چہارم در شرح حال صوفیہ و اختلاف طریقہ شان باب پنجم در ذکر ماہیت تصوف باب ششم در ذکر تسمیہ ایشان باین اسم عالی باب ہفتم در متصوف و متشابہ بصوفی باب ہشتم در ذکر ملامتی و شرح حال او و باب نہم در

یعنی اللہ ہی توفیق دینے والا ہے توفیق کے لغوی معنے ہاتھ بٹانے کے ہین اور اصطلاحی معنے اچھی بات کے حاصل کرنے کے لیے اسباب جمع کرنا اور شر سے خیر کی تخصیص عرفی ہے نہ لغوی۔ فہرست کتاب یہ ہے۔ پہلا باب منشأ علوم صوفیہ مین دوسرا باب تخصیص صوفیہ بحسن استماع تیسرا باب فضیلت علم صوفیہ کے متعلق چوتھا باب حال صوفیا اور اون کے اختلاف طریقہ کی شرح مین پانچوان باب ماہیت تصوف کے ذکر مین چھٹا باب اون کے اس نام نامی سے موسوم ہونیکے بیان مین ساتوان باب متصوف مشابہ بصوفی کے بیان مین آٹھوان باب ملامتی اور اوسکے حال کی شرح مین نوان باب

ذکر آنانکه منسوب می کنند خود را بصوفیه و حالانکه
صوفی نیستند باب [10] دهم در شرح رتبهٔ مشیخت باب [11]
یازدهم در شرح حال خادم و مشبه بخادم باب
[12] دوازدهم در شرح خرقهٔ مشایخ صوفیه باب [13] سیزدهم در
فضیلت ساکنان رباط باب [14] چهاردهم در مشابهت
اهل رباط به اهل صفه باب [15] پانزدهم در خصایص
اهل رباط با عهد و پیمان باهمی باب [16] شانزدهم در
اختلاف احوال مشایخ در سفر و حضر باب [17] هفتدهم در
این که مسافر بسوی چه چیز محتاج است در فرایض
و فضایل باب [18] هیژدهم در قدوم یعنی باز آمدن از
سفر و داخل شدن در رباط باب [19] نوزدهم در ذکر حال
صوفی متسبب باب [20] بستم در شرح حال آن که بخورد
از فتوح باب [21] بست و یکم در شرح حال متجرد و
متاہل از صوفیه و صحت مقاصد شان
باب [22] بست و دوم در قبول سماع قبولاً و ایثاراً
باب [23] بست و سوم در رد و انکار سماع باب
[24] بست و چهارم در سماع ترفعاً و استغناءً باب [25] بست و
پنجم در سماع تادیاً و اعتناءً باب [26] بست و ششم در
خاصیت اربعینات که متعاہدہ صوفیه است

اون لوگون کے ذکر مین جو خود کو صوفی کہتے ہین حالانکہ
صوفی نہین ہین دسوان باب مرتبہ مشیخت کی شرح
مین گیارھوان باب خادم و مشابہ بخادم کی شرح
مین بارھوان باب خرقہ مشایخ صوفیہ کی شرح مین
تیرھوان باب ساکنان رباط کی فضیلت مین چودھوان
باب اہل صفہ سے اہل رباط کی مشابہت کے ذکر مین
پندرھوان باب خصایص اہل رباط باہمی عہد و پیمان مین
سولھوان باب مشایخ کے حالات سفر و حضر مختلف ہونیکے
بیان مین سترھوان باب یہ کہ مسافر فرایض و فضائل مین
مین کن کن چیزون کا محتاج ہے۔ اٹھارھوان
باب سفر سے رباط مین واپس آنے کے بیان
مین انیسوان باب صوفی متسبب کے حال
مین بیسوان باب فتوح کھانے والے کے بیان
مین اکیسوان باب صوفی مجرد و متاہل اور اونکی
صحت مقاصد کے بیان مین بائیسوان باب
قبول سماع مین تیئسوان باب رد و انکار سماع
مین چوبیسوان باب ترفع و استغنا از سماع مین
پچیسوان باب سماع مین بلحاظ ادب و اعتنا چھبیسوان
باب صوفیہ کے مقررہ چلون کی خاصیت مین۔

اسباب اعانت کننده بر قیام لیل باب چهل و [۴۷]
هفتم در آداب بیداری از نوم و عمل شب باب
چهل و [۴۸] هشتم در تقسیم قیام لیل باب چهل و [۴۹] نهم در
استقبال روز و آداب در آن باب [۵۰] پنجاهم در ذکر
عمل تمامه روز و توزیع اوقات باب پنجاه و [۵۱] یکم در
آداب مرید با شیخ باب پنجاه و [۵۲] دوم در آداب شیخ با
مرید و معتمد خویش مع اصحاب و شاگردان باب [۵۳] پنجاه
و سوم در حقیقت صحبت و آنچه در وست از خیر و شر باب
پنجاه و [۵۴] چهارم در اداے حقوق صحبت و اخوت فی الله
باب [۵۵] پنجاه و پنجم در آداب صحبت و اخوت باب پنجاه و
[۵۶] ششم در شناخت انسان نفس خود را و مکاشفات
صوفیه و غیره باب پنجاه و [۵۷] هفتم در شناخت خواطر و تفصیل و
تمیز آن باب پنجاه و [۵۸] هشتم در شرح حال و مقام و فرق میان
آنها باب پنجاه و [۵۹] نهم در اشارت بسوے مقامات
بر سبیل اختصار و ایجاز باب [۶۰] شصتم در ذکر اشارات
مشایخ در مقامات علی الترتیب باب [۶۱] شصت و یکم
در ذکر احوال و شرح آن باب [۶۲] شصت و دوم در شرح
کلماتے که مشیر اند بسوے بعض احوال در اصطلاح صوفیه
باب [۶۳] شصت و سوم در ذکر چیزے از بدایات و نهایات و صحت آن

معاونت شب بیداری کے ذکر مین سینتالیسوان
باب اعمال و آداب شب بیداری کے ذکر مین
اڑتالیسوان باب تقسیم قیام شب مین اونچاسوان
باب دن کے استقبال اور اوسکے آداب مین پچاسوان
باب تمام دن کے اعمال اور تقرر اوقات مین باب
اکاون آداب مرید با شیخ مین باب باون آداب شیخ با مر
و معتمد و شاگرد کے بیان مین باب ترپن حقیقت
صحبت اور اوسکی اچھائی و برائی کے بیان مین باب چون
اداے حقوق صحبت و اخوت فی الله مین باب پچپن
آداب صحبت و اخوت مین باب چھپن شناخت نفس
اور مکاشفات صوفیه کے بیان مین باب ستاون
خواطر کی شناخت اور اوسکی تفصیل و تمیز کے بیان
مین باب اٹھاون حال و مقام کی شرح اور انمین فرق کے
بیان مین باب اونسٹھ اونکے مقامات کا مختصر بیان
باب ساٹھ ذکر اشارات مشایخ متعلق بمقامات علی الترتیب
باب اکسٹھ ذکر و شرح حالات مین باب باسٹھ اون کلمات
کی شرح مین جو بعض حالات کی طرف اصطلاح صوفیه
مین اشاره کرتے ہین باب ترسٹھ کچھ ابتدائی و
انتہائی باتون اور اون کی صحت کے ذکر مین۔

قوله فهذه الابواب حررت بعون الله تعالى مشتملة على بعض علوم الصوفية و احوالهم و مقاماتهم و آدابهم و اخلاقهم و غرائب مواجيدهم و حقائق معرفتهم و توحيدهم و دقيق اشاراتهم و لطيف اصطلاحاتهم

اقول پس این بابها اندکه نوشتم به توفیق حق شامل بر بعض علوم و احوال صوفیه زیراکه علوم و کمالات صوفیه دریاے ناپیداکنار است عبور آن بجز ناخداے کشتی شکستگان حدوث و امکان دیگرے را میسر نیست ـــ

تو یہ وہ باب ہین جنکو مین نے بتوفیق الٰہی بعض علوم واحوال و مقامات و آداب و اخلاق و وجدان و حقایق و معارف و توحید و اشارات دقیق و اصطلاحات لطیف حضرات صوفیہ پر لکھا کیونکہ علوم و کمالات حضرات صوفیہ دریاے ناپیداکنار ہین جس سے عبور ہونا مدد اوس ناخداے کشتی شکستگان حدوث و امکان کی میسر نہین

قوله فعلومهم كلها انباء عن وجدان و انتزاع على عرفان

اقول الانباء الاخبار یعنی علوم صوفیه مخبر اند از وجدان ایشان و نسبت کننده اند بعرفان مصدر بمعنی اسم فاعل است ـــ

انبا بمعنی اخبار یعنی علوم حضرات صوفیہ وجدان سے مخبر اور عرفان سے منسوب ہین عرفان سے مصدر اسم فاعل کے معنے مین ہے

قوله و ذوق تحقق بصدق الحال و لم يف باستيفائه صريح المقال

یعنی و علوم شان ذوق است و ثابت شده بصدق حال و نه کفایت کرده است باستیفاء او گفتگوی صریح یعنی بعبارت صاف بیان آن تمام و کمال نمی شود و مراد از ذوق چیزیست که حاصل شود از ثمرات تجلی و نتایج و حال آنچه فرود آید بر قلب

یعنی اون کے علوم ذوقی اور سچے ہین جنکے پورے طور پر بیان کرنے کو صریح گفتگو کافی نہین یعنی صاف عبارت مین اوس کا پورا بیان نہین ہو سکتا اور ذوق وہ ہے جو ثمرات تجلی و نتایج کشف سے حاصل ہو اور حال وہ ہے جو دل پر

از مسرت و انشراح و حزن و قبض و بسط و خوف
و رجا و ارادہ و طلب و شوق از کشف انوار و
ذوق اسرار ورنہ محض وسوسۂ خیال است و
تحقیق اینہا ازین از کتب باید طلبید مختصر مناسب
مقام آنکہ بعضے گفتہ اند کہ التجلی رفع حجب
البشریۃ لان نور ذات الحق و تجلی سہ
قسم است یکے تجلی ذات و علامتش اگر از بقا
وجود سالک چیزے ماندہ باشد فناے ذات و
تلاشی صفات است در سطوات انوار و آن را حصہ
کسے چون حال موسیٰ کہ او را ازین تجلی از خود بستاند
و فانی کردند فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ
دکا و خر موسیٰ صعقا چون از وی سجانہ
طلب رویت و مشاہدۂ ذات کرد و ہنوز بہ بقا
بعد الفنا نرسیدہ و از بقایائے صفات وجودش
برقرار بود بدلالت ارنی بوقت تجلی نور ذات
طور نفس وجودش متلاشی و مندک گشت و انانیت
کہ طالب رویت و مشاہدہ بود برخاست و اگر
از بقایائے وجود فانی بکلی منقطع شدہ باشد
و حقیقتش بعد از فنا از وجود بقای مطلق واصل گشتہ

یوجہ مسرت و انشراح و حزن و قبض و بسط و خوف و رجا
و ارادہ و طلب و شوق کشف انوار و ذوق اسرار نازل ہو
ورنہ محض وسوسۂ خیال ہے جسکی پوری تحقیق کتابوں
میں دیکھنا چاہیے مختصر مناسب مقام یہ ہے کہ بعض کہتے
ہیں کہ تجلی رفع حجابات بشریت سے ہے تاکہ ذات حق روشن
ہو جاوے اور تجلی کی تین قسمیں ہیں ایک تجلی ذاتی
جس کی علامت یہ ہے کہ اگر کچھ بھی وجود سالک
باقی رہ گیا تو سطوات انوار میں فناے ذات و
تلاشی صفات ہے اور اس کو حصہ کہتے ہیں جیسا کہ
حضرت موسےٰ علیہ السلام اس تجلی سے بیخود و فانی
ہو گئے جب اونکے رب نے پہاڑ پر تجلی کی تو اوسے
ریزہ ریزہ کر دیا اور موسےٰ بیہوش ہو کر گرے چونکہ خدا
سے اونھوں نے رویت و مشاہدۂ ذات چاہا تھا
اور مرتبۂ بقا بعد الفنا پر پہونچے نہ تھے اور بدلالت ارنی
بقایاے صفات وجود برقرار تھے نور ذات کی تجلی سے
طور نفس وجود ریزہ ریزہ ہو گیا جو کچھ مشاہدہ و رویت
کی طلب باقی تھی وہ جاتی رہی اور اگر وجود پر
فنائی کچھ بھی باقی نہ رہا اور اوس کی حقیقت
فنا ہو کر وجود باقی سے مل گئی —

بنور ازلی ذات ازلی را مشاہدہ کند و این خلعتیست
خاص کہ رسول اللہ صلعم را بخشیدند و شربتیست
خاص کہ او را چشانیدند و از صبابات این جام
خاص جرعہ در کام جان متابعان او ریختند تا
فرمود صلعم کہ اُعْبُدِ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ و این معنی
اقتضاے تفضیل ولی بر نبی نمی کند چہ ولی این
مرتبہ بخود نیابد بلکہ بکمال متابعت رسول یابد
عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ در طواف بود یکے بروے
سلام کرد جواب نداد و بعد ازان با وے اظہار
شکایت کرد عبداللہ گفت کنا نری اللہ فی
ذلک المکان قسم دوم تجلی صفات است و
علامت آن اگر ذات قدیم بصفات جلال تجلی
کند از عظمت و قدرت و کبریا و جبروت خشوع و
خضوع بود اذا تجلی اللہ لشیء خضع لہ
و اگر بصفات جمال تجلی کند از رافت و رحمت و
لطف و کرامت انس و سرور بود و معنی این نیست
کہ ذات ازلی تعالی و تقدس بہ تبدل و تحول
موصوف بود تا وقتے بصفت جلال و وقتی بصفت جمال
متجلی شود ولیکن بمقتضاے مشیت و خلاف استعداد

تو نور ازلی سے ذات ازلی کا مشاہدہ کریگا اور یہ ایک خاص
خلعت ہے جو رسول اللہ صلعم کو عطا فرمایا گیا اور یہ ایک
مخصوص شربت ہے جو اونھیں کو پلایا گیا اور اوسی کے
چند گھونٹ اونکے تابعین کو پلائے گئے آنحضرت صلعم نے
فرمایا کہ خدا کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اوسکو دیکھتے ہو اور
اس سے ولی کی فضیلت نبی پر نہیں پائی جاتی کیونکہ
ولی کو یہ مرتبہ خود نہیں ملتا بلکہ آنحضرت صلعم کی کمال
متابعت سے ملتا ہے حضرت عبداللہ بن عمر ایک
وقت طواف کعبہ کر رہے تھے کسی نے اونھیں سلام
کیا اونھون نے جواب نہ دیا دوسری بار اوسکی شکایت کی تو
فرمایا کہ مین اللہ کو اس مکان مین دیکھ رہا تھا دوسری قسم تجلی
صفات ہے جسکی علامت یہ ہے کہ اگر ذات قدیم بصفات
جلال یعنی عظمت قدرت و کبریا و جبروت متجلی ہو تو خضوع
و خشوع ہوتا ہے اللہ جب کسی چیز پر تجلی کرتا ہے تو وہ اوسکے
لیے پست ہو جاتی ہے اور اگر بصفات جمال یعنی رافت و
رحمت و لطف و کرامت تجلی کرتا ہے تو انس و سرور ہوتا ہے
جسکے معنے یہ نہیں ہین کہ ذات ازلی تبدل و تحول سے
موصوف ہو کر کبھی بہ جلال اور کبھی بجمال متجلی ہوتی
ہے بلکہ بہ مقتضاے مشیت و اختلاف استعداد

گاہے صفت جلال ظاہر بود و صفت جمال
باطن و گاہے برعکس قسم سوم تجلی افعال است و علامت
آن قطع نظر از افعال خلق و اسقاط اضافت خیر
و شر و نفع و ضرر و استواء مدح و ذم و قبول و رد خلق
بود چہ بمشاہدہ مجرد فعل الٰہی سالک را از اضافت
احوال بخود معزول گرداند و اول تجلی کہ بر سالک
آید در مقامات سلوک تجلی افعال بود آنگاہ تجلی
صفات و بعد از آن تجلی ذات زیرا کہ افعال آثار
صفات اند و صفات مندرج ذات پس افعال
تجلی نزدیک تر از صفات بود و صفات نزدیکتر
از ذات و شہود تجلی افعال را محاضرہ خوانند و
شہود تجلی صفات را مکاشفہ و شہود تجلی ذات را
مشاہدہ و مشاہدہ حال ارواح است و مکاشفہ
حال اسرار و محاضرہ حال قلوب و بعضے گفتہ اند
علامة تجلی الحق للاسرار هو ان لا یشهد
السر ما یتسلط علیه التعبیر ویحومه
الفهم فمن عبّر او فهم فهو صاحب استدلال
لا ناظر اجلال و مشاہدہ آنکہ درست می آید
کہ بوجود مشہود قائم بود نہ بخود چہ حادث را طاقت

کبھی صفت جلال ظاہر ہوتی ہے اور صفت
جمال باطن اور کبھی برعکس تیسری قسم تجلی افعال
ہے جس کی علامت یہ ہے کہ افعال خلق سے قطع نظر
ہو اور اضافت خیر و شر و نفع و ضرر ساقط ہو جائے اور
قبول و رد خلق کی پروا نہ رہے کیونکہ صرف فعل الٰہی کا
مشاہدہ سالک کو اپنی جانب حالات منسوب کر دینے سے
معزول کر دیتا ہے سالک پر مقامات سلوک میں
پہلے تجلی افعالی ہوتی ہے پھر صفاتی پھر ذاتی کیونکہ
افعال آثار صفات اور صفات شامل ذات ہیں تو
افعال صفات سے قریب اور صفات ذات میں شامل
ہیں شہود تجلی افعالی کو محاضرہ اور شہود تجلی صفاتی
کو مکاشفہ اور شہود تجلی ذاتی کو مشاہدہ کہتے
ہیں مشاہدہ ارواح کا اور مکاشفہ اسرار کا اور
محاضرہ قلوب کا حال ہے اور بعضوں کے نزدیک
اسرار پر تجلی حق کی علامت یہ ہے کہ سر اوس کے
مشاہدہ کی تعبیر نہ کر سکے اور نہ سمجھ میں وہ آوے
تو جس نے تعبیر کی یا سمجھا وہ صاحب استدلال ہے
نہ ناظر اجلال اور مشاہدہ حقیقی وہ ہے جو بوجود
مشہود قائم ہو نہ بخود کیونکہ حادث کو طاقت

تجلی نور قدم نتواند بود تا شاہد در مشہود فانی نشود
و بدو باقی نگردد مشاہدۂ او نتواند کرد آورده اند کہ
قومے از قبیلۂ مجنون بعد از مشاہدۂ آثار حرقت
فراق و شدت اشتیاق بر چہرۂ حال مجنون روزے
بشفاعت بسوے قبیلۂ لیلے رفتند و گفتند
چہ شود اگر لحظۂ دیدۂ مجنون بہ مشاہدۂ
جمال لیلے منور گردد قوم گفتند ازین قدر
خشتے نیست و لیکن مجنون خود طاقت دیدار
لیلے ندارد آخر او را حاضر کردند و گوشۂ خرگاہ
لیلے بر داشتند نظرش بر عطف دامن لیلے
افتاد بیہوش گردید فی الجملہ ہرگاہ حق
بافعال خود متجلی شود افعال خلق دران
مستتر گردند و ہرگاہ بہ صفات متجلی بود صفات
و افعال خلق ہر دو مستتر گردند ہرگاہ بذات متجلی
شود ذات و صفات و افعال خلق ہر سہ مستتر
گردند و حکیم مطلق از جہت عالم حکمت و توسیع
آثار رحمت بر خواص حضرت خود بقایا ے صفات
نفوس کہ منشأ استتار اند باقی گذارد تا رحمتے بود ہم
در حق ایشان و ہم در حق دیگران اما در حق ایشان

تجلی نور قدیم کی تا وقتیکہ وہ مشہود مین فانی اور
اوسی سے باقی نہو دشوار ہے چنانچہ بیان کرتے ہین
کہ جب مجنون کے قبیلہ والون نے مجنون کی حرقت
فراق و شدت اشتیاق دیکھی تو ایک روز قبیلۂ لیلے
مین سفارش کرنے گئے جاکر کہا کہ اگر مجنون کچھ دیر
لیلے کی زیارت کرلے تو کیا حرج اونھون نے کہا کہ
کچھ حرج نہین مگر مجنون کو خود دیکھنے کی طاقت
نہین۔ آخر مجنون کو بلایا اور لیلے کے خیمے
کا کونا اوٹھایا جب اوس کی نظر لیلے کے
دامن پر پڑی تو بے ہوش ہوگیا۔ غرض
حق کی تجلی افعالی مین خلق کے محض
افعال اور تجلی صفاتی مین افعال و
صفات دونون اور تجلی ذاتی مین
ذات و صفات و افعال تینون چھپ جاتے ہین
اور حکیم مطلق بسبب عالم حکمت و وسعت
آثار رحمت اپنے خاص لوگون پر اون کے
صفات (جو منشاے استتار ہین) باقی رہنے
دیتا ہے جو اون کے نیز دوسرون کے
لیے رحمت ہے اون کے حق مین تو اس لیے

مصالح نفوس قیام نمایند و ببقای آن درجات قرب حاصل کنند واما در حق دیگران تا در عین فنا در بحر جمع متلاشی و مستغرق نشوند و وجود ایشان سبب انتفاع دیگران بود و بر بعضے از علماے صاحب دل بر آنند کہ استغفار آنحضرت طلب این ستر بود تا مستغرق عین شهود نگردد و بسبب رابطہ وجود بشریت مردم از و منتفع شوند و حق تعالے بجنسیت نفس رسول برامت منت نهاد آنجا کہ فرمود لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم و مراد از حال پیش صوفیہ واردات غیبی اند از عالم علوی کہ گاہ گاہ بدل سالک از مقام اعلے ادنے فرود آمدہ فرامی برد و برہان طریقت جنید رحمۃ اللہ علیہ فرمود الحال نازلۃ تنزل بالقلب ولا تدوم و مراد از مقام مرتبہ ایست از مراتب سلوک کہ در تحت قدم سالک آید و محل استقامت او گردد و زوال نہ پذیرد پس حالے کہ نسبت بفوق دارد و در تحت تصرف سالک نیاید بلکہ وجود سالک

کہ اپنے ذاتی مصالح پر قائم رہکر اوس کے بقا سے درجات قرب حاصل کرین اور دوسرون کے حق مین اس لیے تاکہ وہ عین فنا مین بحر جمع مین مستغرق ہون اور اون کے وجود سے دوسرون کو فائدہ پہونچے بعض علماء صاحب دل کے نزدیک آنحضرت صلعم کا استغفار اسی لیے تھا تاکہ عین شہود مین مستغرق نہ ہو جائین اور بوجہ رابطہ وجود بشری آپ سے لوگ فائدہ اوٹھائین اور حق تعالے نے بوجہ جنسیت ذات اقدس آنحضرت صلعم کے امت پر احسان کیا چنانچہ فرمایا لقد جاءکم رسول[1] اور صوفیہ کے نزدیک حال سے مراد واردات غیبی عالم علوی ہین جو کبھی کبھی سالک کے دل پر نازل ہوکر اوسے ادنے مقام سے اعلے مقام پر لیجاتے ہین برہان طریقت حضرت جنید بغدادی فرماتے ہین کہ حال وہ ہے جو قلب پر نازل ہو مگر ہمیشہ نہ رہے اور مراتب سلوک مین مقام سے وہ مرتبہ مراد ہے جو سالک کی زیر قدم آئے اور اوسکا محل استقامت ہو اور زائل نہو تو حال وہی ہے جو منسوب بفوق ہو اور سالک کے تصرف مین نہ آئے بلکہ وجود سالک

[1] البتہ آیا ہے تمہارے پاس رسول تمہین مین سے بھاری ہوتی ہے اوس پر جو تم تکلیف پاؤ تلاش رکھتا ہے تمہاری ایمان والون پر شفقت رکھتا اور مہربان ہے ۱۲

محل تصرف ولی بود و مقام که نسبت بجهت دارد
محل تصرف سالک بود و ازین جهت صوفیه گفته
اند الاحوال مواهب والمقامات مکاسب
با آنکه هیچ مقام از مداخلت حالی خالی نباشد
و هیچ حال از مقارنت مقامی جدا نه و منشاء
اختلاف اقوال مشایخ قدس الله اسرارهم در
احوال و مقامات ازین جاست که یک چیز را بعضی
حال خوانند و بعضی مقام چه جملهٔ مقامات در بدایت
احوال باشند و در نهایات مقام شوند چنانکه توبه
و محاسبه و مراقبه هر یک در ابتدا حالی بود در صدد
تغیر و زوال و در انتها بمقارنت کسب مقام گردد پس
جملهٔ احوال محفوف بود بمکاسب و جملهٔ مقامات
محفوف بود بمواهب و فرق آنست که در احوال
مواهب ظاهر بود و مکاسب باطن و در مقامات
مکاسب ظاهر بود و مواهب باطن و بعضی مشایخ
خراسان گفته اند که الاحوال مواریث الاعمال
و ازین جاست قول حضرت علی بن ابی طالب
کرم الله وجهه سلونی عن طرق السموات فانی
اعرف بها من طرق الارض یعنی طرق وصول

اوس کا محل تصرف ہو اور مقام وہ ہے جو منسوب
بجہت ہو اور سالک کا محل تصرف اسی لیے صوفیہ
کے نزدیک حالات مواہب اور مقامات مکاسب ہیں
باوجودیکہ کوئی مقام کسی حال کی مداخلت سے خالی
نہیں ہوتا اور نہ کوئی حال مقام سے علیحدہ اور احوال
مقامات میں مشایخ کے اختلاف اقوال کا منشا یہی
ہے کہ ایک چیز کو بعض حال کہتے ہیں اور بعض
مقام کیونکہ کل مقامات ابتداً حالات ہو کر انتہا
مقامات ہو جاتے ہیں جیسے توبہ و مراقبہ و محاسبہ
کہ ہر ایک ابتدا میں حال قابل تغیر و زوال
ہوتا ہے پھر کسب واکتساب سے مقام ہو جاتا ہے
تو کل حالات مکاسب پر موقوف اور کل مقامات
مواہب میں مختفی ہوتے ہیں فرق یہ ہے کہ حالات
میں مواہب ظاہر اور مکاسب باطن اور مقامات
میں مکاسب ظاہر اور مواہب باطن ہوتے ہیں
اور بعض مشایخ خراسان کہتے ہیں کہ حالات مورث
اعمال ہیں اور اسی لیے حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ نے
ارشاد کیا کہ آسمانوں کے راستے مجھ سے پوچھو کیونکہ میں زمین کے راستوں سے
زیادہ انکو جانتا ہوں یعنی حالات پر جو نفس کو ملتے ہیں

باحوال که بجهت فوقیت نسبت به سموات دارند
از زمین بپرسید که من می شناسم آن را بطرقی که از
جهت تحتیت نسبت بزمین دارند و آن مقامات
اند از توبه و زهد و صبر و غیر آن که وسایط استنزال
احوال اند و بعضی مشایخ برآنند که حال آن ست که
ثبات و استقرار نیابد بلکه چون برق پدید آید و زائل
گردد و اگر باقی و ثابت ماند حدیث النفس بود و بعضی
برآنند که تا ثابت و باقی نشود آن را حال نخوانند چه
حلول اقتضای ثبوت کند و چیزی که چون برق
لامع گردد و فی الحال منطفی شود اسم حال بر وی راست
نیاید و این مذهب اختیار حضرت شیخ صاحب العوارف
ست که وجود بقای حال مایهٔ حدیث النفس نشود
الا حالی ضعیف که نفس قوی آن را در وقت لمعان
سلب کند و اما احوال قویه هرگز ممتزج بنفس نشوند
چنانکه روغن به آب و هر وارده که چون برق
لامع گردد و در حال منطفی شود آن را به اصطلاح متصوفه
لائح و لامع و طالع و طارق خوانند ظهور آن مستعقب
خفا بود و کشف مستلزم استتار چنانکه ابو عثمان حیری
گفت منذ اربعین سنة ما اقامنی الله

جو بسبب فوقیت سموات سے نسبت رکھتے ہین مجھسے پوچھو
زمین اونکو جانتا ہون بہ نسبت اُن طریقون کے جو
بوجہ تحتیت زمین سے نسبت رکھتے ہین اور وہ مقامات
توبہ و زہد و صبر وغیرہ ہین جو حالات وارد ہونیکا ذریعہ
ہین اور بعض مشایخ کے نزدیک حال وہ ہے جو قائم
نہو بلکہ بجلی کی طرح ظاہر ہو کر زائل ہو جائے اور اگر باقی
رہے تو وہ حدیث نفس ہے اور بعض کے نزدیک
تا وقتیکہ قائم نہو اسے حال نہ کہین گے کیونکہ حلول
مقتضی ثبوت ہے اور جو چیز بجلی کی طرح چمک جائے
اوسے حال کہنا ٹھیک نہین اور یہی حضرت شیخ
صاحب عوارف کا مذہب ہے فرماتے ہین کہ بقائے
حال مایۂ حدیث نفس نہین ہوتا البتہ حال ضعیف
جسے نفس قوی چمک کے وقت سلب کرتا ہے لیکن
قوی حالات ہرگز نفس سے نہین ملتے جس طرح
تیل پانی مین اور جو وارد بجلی کی طرح چمک جائے اُسکو
اصطلاح صوفیہ مین لائح و لامع و طالع و طارق کہتے
ہین جسکے ظہور و کشف کے ساتھ ہی خفا و استتار ہوتا ہے
چنانچہ حضرت ابو عثمان حیری نے فرمایا کہ چالیس
سال سے جس حال مین مجھے اللہ نے رکھا

في حال فكرهته واين اشارت است بدوام
رضا وشك نيست كه رضا از جمله احوال است پس
دوام حال مستلزم حديث نفس نه بود وهمچنين اختلاف
كرده اند دران كه سالك را تصحيح مقاميكه قدمگاه
اوست پيش از ترقى بمقام فوق آن ممكن بود
يا نه حضرت جنيد رح گفته است كه ممكن است كه بنده
از حالے بحالے ارفع ازان ترقى كند پيش از آنكه حال
اول تمام شود بلكه هنوز بقيه ازان بروے مانده بود
وچون بحالے فوق آن ترقى كند ازانجا بحال اول
اطلاع يابد وآن را تصحيح كند وخواجه عبد الله
انصارى رح گفته كه تصحيح هيچ مقامے ممكن نه بود
الا بعد از ترقى بمقامے فوق آن تا سالك از مقام
اعلى بمقام ادنے نگردد وآن را تصحيح كند وحضرت
شيخ شهاب الدين سهروردى رح بران ست كه تصحيح
سالك را پيش از تصحيح مقام كه قدمگاه اوست
ترقى بمقام فوق آن ميسر نه شود وليكن قبل ترقى
از مقام اعلى حالے بروے نازل شود كه بواسطه
نزول آن مقام بروے مستقيم گردد وبا ترقى او
از مقامے بمقامے بلطف حق وموهبت الٰہی

میں نے او سے برا نہ جانا اور اس سے دوام رضا
کی طرف اشارہ ہے اور اسمین شک نہین کہ رضا بھی
منجملہ حالات سے ہے تو دوام حال مستلزم حدیث نفس نہین
اور اسی طرح اس مین بھی اختلاف ہے کہ سالک کو اوس
مقام کی تصحیح جو اوسکا قدمگاہ ہے اوس سے اعلے
مقام پر ترقی سے قبل ممکن ہے یا نہین حضرت جنید رح
کے نزدیک تو ممکن ہے کہ بندہ ایک حال سے دوسرے
حال پر جو اوس سے اعلے ہے پہلے حال کے تمام ہونے
بلکہ ہنوز کچھ باقی رہنا نیکے قبل ترقی کرے اور جب اوس
حال سے ترقی کرتا ہے تب پہلے حال کی اطلاع پاتا
اور اوس کی تصحیح کرتا ہے اور حضرت خواجہ عبد اللہ انصاری
فرماتے ہین کہ کسی مقام کی تصحیح بلا اوس سے اعلے مقام
پر ترقی کیے ممکن نہین جبتک سالک اعلے سے ادنے
مقام کی طرف واپس ہوگا تصحیح نہ کریگا اور حضرت شیخ
شہاب الدین سہروردی فرماتے ہین کہ کسی سالک کے اوس
مقام کی تصحیح سے پہلے جو اوسکا قدمگاہ ہے اعلے مقام
پر ترقی میسر نہین ہوتی مگر ترقی سے پہلے اعلے مقام سے ایک
حال اوسپر نازل ہوتا ہے جسکی وجہ سے وہ اس مقام پر قائم ہو جاتا
یا ایک مقام سے دوسرے مقام پر اسکی ترقی بلطف حق و موہبت الٰہی

بود نہ بکسب خود تا ترقی از ادنے بہ اعلے نزدیک نشود از اعلے بادنے حالے نازل نگردد و محمل تقرب بندہ بخدا و تقرب خدا بہ بندہ در حدیث
من تقرب الی شبراً تقربت الیہ ذراعاً بر
مقامات واحوال کردن مطابق است پس تقرب بندہ بہ کسب و سلوک در مقام خود و تجلب جذبۂ الٰہی در صورت نزول حال۔ مولانا محمد امین نقشبندی در رسالہ می نگارد و باید دانست کہ دیدن مقام دیگر است و رسیدن بہ آن دیگر و تمکن و تحقق دران دیگر دیدن تعلق بہ علم دارد و رسیدن بہ عمل و تمکن و تحقق بحال مثلا اول مقامات توبہ است پس دیدن این مقام بمعنی دانستن است یعنی حقیقت توبہ چیست چون حقیقت آن را دانست گویا آن را دید و رسیدن بآن مقام بمعنی عمل کردن است و مقتضاے آنچہ لازمۂ این مقام است بہ عمل و تکلف و تمکن و تحقق درین مقام باین معنی است کہ آنچہ مقتضاے آن مقام است بے عمل و بے تکلف از سر حال وار ذوق ازان بہ وقوع آید و قس علیٰ ھذا

سے ہو نہ اپنے کسب سے کا درجہ تک ادنے سے اعلے پر ترقی قریب نہین ہوتی تب تک اعلے سے ادنے پر کوئی حال نازل نہین ہوتا اور محمل تقرب بندہ بخدا
و تقرب خدا بہ بندہ حدیث من تقرب الی الخ مین
مقامات واحوال پر کرنا درست ہے کیونکہ بندہ کا اپنے مقام پر کسب و سلوک سے تقرب حال نازل ہونے کی صورت مین جاذبۂ الٰہی کا مستجلب ہے مولانا محمد امین نقشبندی رسالہ مین لکھتے ہین کہ دیکھنا اور مقام ہے اور اوس پر پہونچنا اور مقام اور اوسمین ٹھہرنا اور مقام ہے دیکھنا علم سے متعلق ہے اور پہونچنا عمل سے اور ٹھہرنا حال سے مثلاً پہلا مقام توبہ ہے تو اوس مقام کا دیکھنا اوس کا جاننا ہے یعنی یہ کہ توبہ کی حقیقت کیا ہے جب اُس کی حقیقت جان گیا تو گویا اوس مقام کو دیکھا اور اوس مقام پر پہونچنا اوس کے لوازم و مقتضیات پر عمل کرنا ہے اور ٹھہرنا یہ ہے کہ اوس کے مقتضیات بلا عمل و تکلف ذوقاً و حالاً اوس سے واقع ہون اور اسی پر ——

ف۱ جو شخص میری طرف بالشت بھر قریب ہوا مین اوس کی طرف گز بھر قریب ہوتا ہون ۱۲۔

مقام الزهد والتوکل والصبر والشکر
والرضا وغیرها چون کسے نیک تامل می کند
می یابد در هر مقامے از مقامات سه حال که مذکور
اند در مقام توبه پس مقام عبودیت که اعلیٰ و
ارفع مقامات است دران مقام نیز این سه
حالت است دیدن و رسیدن و تمکن و تحقق شدن
دیدن مقام یعنی دانستن آن مقام است و تمکن
و تحقق شدن یعنی آنکه صدور حسنات و خیرات و
مبرات حق او را حال شود و مقتضاے این مقام
عبودیت است هر که باین مقام می رسد و تمکن و
تحقق می شود در همه حال تفتیش احوال لازم او گردد
یعنی همواره نفس خود را متهم داشته جست و جوے
عبودیت نفس خود می کند هر چند به عنایت لطف
و کرم حق سبحانه از عیوب پاک شده باشد اما خود را
خالی از عیب و تقصیر نمی داند و اعتراف به تقصیرات
و ذنوب شیوه خود ساخته از شر نفس و شیطان
پناه به خداے تعالے می جوید کما دل الحدیث
الآتی عن ابی هریرة قال قال ابوبکر
یا رسول الله مرنی بشیء اقوله اذا اصبحت

زہد و توکل و صبر و رضا و شکر وغیرہ کو قیاس کرنا
چاہیے اور غور کرنے سے ان مقامات میں سے
ہر مقام میں یہ تینوں حال پائے جاتے ہیں تو مقام
عبودیت جو تمام مقامات سے اعلے ہے اوس میں
بھی یہی تینوں حالتیں ہیں دیکھنا اور پہونچنا
اور ٹھہرنا مقام دیکھنا یعنی اوس کا جاننا اور
اوس میں قائم ہونا یعنی صدور حسنات و خیرات
و مبرات حق اوس کا حال ہو جاے اور اس کا
مقتضا عبودیت ہے جو کوئی اس پر پہونچا اور
قائم ہوتا ہے تو ہر وقت کی تفتیش حال اوس پر
لازم ہو جاتی ہے یعنی ہمیشہ وہ اپنے نفس کو متہم
رکھکر اوس کی عبودیت کی جستجو کیا کرتا ہے اگرچہ
بعنایت الٰہی تمام عیوب سے پاک بھی ہو جاے
تو بھی خود کو قصوروار و خاطی پاتا ہے اور خدا سے
ہر وقت نفس و شیطان کے شر سے پناہ مانگتا
رہتا ہے جس پر حضرت ابو ہریرہ کی یہ
حدیث دلالت کرتی ہے اونھوں نے فرمایا کہ
حضرت ابوبکر نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے
کوئی ایسی چیز بتائیے جسے میں صبح و شام

مسیت قال قل اللھم یا عالم الغیب والشہادۃ
فاطر السموات والارض رب کل شیء اشہد
ان لا الہ الا انت اعوذ بک من شر نفسی ومن
شر الشیطان وقلہا اذا اصبحت واذا امسیت
واذا اخذت مضجعک رواہ الترمذی وابن
ماجۃ وابو داؤد والدارمی ونیز باید دانست کہ
خضوع وخشوع وانکسار وادب وحرمت وخشیت لازم
وقت صاحب این مقام می گردد قال اللہ تعالٰی
انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء وقال صلی اللہ
علیہ وسلم انا اعلمکم باللہ واخشٰکم لہ و
قیل سئل واحد من اولیاء الکبار ما التصوف
قال التصوف کلہ ادب پس ہر کہ تامل در آیات
واقوال مشائخ می کند میداند کہ مقتضاے عبودیت
چیست اگر کسے گمان برد کہ بمقام عبودیت
رسیدہ ام باید دید کہ مقتضیات این مقام از لوازم
شرائط آن گزارداہ شوند باید دانست کہ تمکن و
تحقق دارد ورنہ نہ واما رسیدن وتمکن وتحقق شدن
از آثار وعلامات است چون آثار وعلامات یافتہ شود

پڑھا کروں آپ نے فرمایا کہ اَللّٰھُمَّ یا
عالم الغیب والشہادۃ الخ صبح وشام
اور سوتے وقت پڑھا کرو اسے ترمذی وابن ماجہ
وابو داؤد ودارمی نے روایت کیا اور خشوع و
خضوع وانکسار وادب وحرمت وخوف اوس
مقام والے کے لازم حال ہو جاتے ہیں۔ اللہ
تعالے فرماتا ہے کہ اللہ سے اوس کے عالم
بندے ہی ڈرتے ہیں۔ یا۔ رسول اللہ صلعم
فرمایا کہ میں تم سب سے زیادہ اللہ کو جانتا اور اوس
سے ڈرتا ہوں ایک بزرگ سے پوچھا گیا کہ
تصوف کیا ہے فرمایا کہ تصوف بالکل ادب ہے
تو جو کوئی آیات واقوال مشائخ میں غور کرتا ہے
وہ جانتا ہے کہ مقام عبودیت کا مقتضا کیا ہے
اگر کسی کو یہ خیال پیدا ہو کہ میں مقام عبودیت
پر پہونچ گیا تو دیکھنا چاہیے کہ مقتضیات عبودیت
اس سے ادا ہوتے ہیں یا نہیں اگر ادا ہوتے ہوں
تو سمجھنا چاہیے کہ وہ اس پر متمکن ہے ورنہ نہیں کیونکہ
پہونچنا اور ٹھہرنا اسکے آثار وعلامات میں جب تک نہ پائی جاے

سلہ اے اللہ اے غیب وشہادت کے جاننے والے زمین وآسمان کے پیدا کرنے والے پروردگار ہر چیز کے گواہی دیتا ہوں میں
اس بات کی کہ نہیں کوئی معبود سوے اللہ پناہ مانگتا ہوں میں اپنے نفس کی برائی اور شیطان کی برائی سے ۱۲

پس تمکن و تحقق معلوم پس طالب صادق را باید
کہ بدیدن ہر مقام خرسند و دربند نشود بلکہ بحصول
آن مقام شکر ایزدی بجا آورد و سعی نماید کہ بآن
مقام رسد و رسیدن را غنیمت شمرد ولیکن مقتضائے
علو ہمت آن است کہ بآن نیز اکتفا نکند بلکہ سعی
نماید کہ دران متمکن و متحقق گردد و بہ مضمون آیۂ
کریمہ لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی وَاَنَّ
سَعْیَہٗ سَوْفَ یُرٰی ثُمَّ یُجْزٰہُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰی
وَاَنَّ اِلٰی رَبِّکَ الْمُنْتَہٰی مشرف و بہرہ مند شود
اَللّٰہُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی۔

تو تمکن بھی نہ پایا جائیگا لہذا طالب صادق
کو سیر مقامات پر مطمئن و خوش نہ ہونا چاہیے
بلکہ اوس کے حصول پر خدا کا شکر اور اوس کی
کوشش کرنا چاہیے کہ اوس مقام پر پہونچ جائے
اور پہونچنے کو غنیمت سمجھے مگر مقتضائے علو ہمت
تو یہ ہے کہ اوس پر بھی اکتفا نہ کرے بلکہ اوسمین
ٹھہرنے کی کوشش کرے اور بہ مضمون آیہ کریمہ
لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی وَاَنَّ سَعْیَہٗ
سَوْفَ یُرٰی۔ الخ۔ مشرف ہو۔ یا اللہ ہمکو
اپنے پسندیدہ امور کی توفیق دے

قولہ لِاَنَّہَا مَوَاہِبُ رَبَّانِیَّۃٌ وَمَنَائِحُ حَقَّانِیَّۃٌ

اقول مواہب جمع موہبت بمعنی بخشش و منائح
جمع منحہ بمعنی عنایت یعنی علوم قوم بخششہائے
ربانیہ اند و عنایتہائے حقانیہ کہ بفکر و کسب
حاصل نمی گردد الحق ع این کار دولت است
کنون تا کرا دہند۔

مواہب جمع موہبت بمعنی بخشش و منائح جمع منحہ
بمعنی عنایت یعنی علوم قوم خدا کی بخششین اور
عنایتین ہین جو فکر اور کسب سے حاصل
نہین ہوتین۔ بے شک یہ بڑی دولت ہے
جس کو چاہین دین۔

قولہ اِسْتَنَازَ لَہَا صَفَاءُ السَّرَائِرِ وَخُلُوْصُ الضَّمَائِرِ

اقول فرود می آرد آن علوم را صفائے سر از کدورت

یعنی سر کا التفات بغیر کی کدورت سے صاف ہو

لہ نہین ہے انسان کے لیے مگر جو کچھ کہ وہ کوشش کرے اور بے شک عنقریب وہ اپنی کوشش دیکھیگا پھر اوسکو
بدلا دیا جائیگا پورا بدلا اور البتہ طرف پروردگار کے پہونچنا ہے ۱۲

التفات بالغیر و بخلوص دل از ذمائم و رذائل
و بدان کہ در بعضے حواشی عوارف است کہ اعلم
ان السرائر کالمرائی وھی اذ صقلت و وضعت
فی مقابلۃ بنور الشمس استنارت تلک
المرائی انعکاس نور الشمس الیٰ عائلہ و این
جملہ صفت ما قبل خود است ای نزول مواہب
مخصوص است بصفائے قلب۔

اور دل کا بری باتون اور کینہ حرکتون سے پاک
ہونا ان علوم کو اوتار لاتا ہے۔ بعض حواشی
عوارف مین ہے کہ اسرار آئینون کی طرح ہین
کہ جب وہ جلا کرکے آفتاب کے سامنے لائے
جاتے ہین تو ان مین عکس نور آفتاب آجاتا ہے
اور یہ جملہ اپنے ما قبل کی صفت ہے یعنی نزول
مواہب صفائے قلب سے مخصوص ہے۔

قولہ فَاسْتَعْفَتْ بِکُنْہِہَا عَنِ الْاِشَارَۃِ وَطَفِحَتْ عَلَی الْعِبَارَۃِ

اقول الاستعفار سرکشی کردن و الطفح پر کردن۔
یعنی مشکل گردیدند مواہب از اخبار اشارۃ بذاتہا
و بلند اند از احاطہ عبارت خلاصہ این کہ بعلو مرتبت
خویش از عبارت معرا اند و از اشارت مبرا۔

استعفار سرکشی کرنا اور طفح بھرنا یعنی مواہب اخبار
سے مشکل اور احاطہ عبارت سے بلند ہین خلاصہ
کہ اپنے علو مرتبت کی وجہ سے عبارت سے معرا
اور اشارہ سے مبرا ہین۔

قولہ و تہادتہا الارواح بالالۃ التشام والائتلاف و کرعت حقایقہا من بحر الالطاف

اقول تہادت مشتق از تہادی بمعنی تحفہ دادن
چنانچہ در حدیث آمدہ تہادوا و التحابوا یعنی حوشی
عوارف است بدان کہ تہادی فرستادن تحفہ
از جانبین و تشام بمعنی بوسیدن و در اصطلاح صوفیہ
مراد است از کشادن قلب طالب انفاس فطرۃ
را از صفائے باطن و کرع نوشیدن از رہ کذا فی المنتخب

تہادت تہادی سے مشتق ہے جس کے معنی تحفہ دینے
کے ہین چنانچہ حدیث مین ہے کہ آپس مین تحفہ
دو تاکہ محبت بڑھے بعض حواشی عوارف مین ہے
کہ تہادی جانبین سے تحفہ بھیجنا اور تشام بمعنی سونگھنا
اور یہ اصطلاح صوفیہ قلب طالب کا کھولنا انفاس
فطرۃ کو صفائے باطن سے اور کرع مونھ سے پینا ۱۲ منتخب

معنی این که وے یہ گرفتند آن مواہب را ارواح درمیان خود با بدولت کشو والفت زیرا که ارواح جنود مجندہ اند آنچہ مقبول خاطر باشد بپذیرند و آنچہ منکر بود نگیرند پس ایتلاف شان فیمابین تشام روحی و نفس قدسی ست پس مواہب اصفیا و مشایخ اولیا و مقربین از دریاے ارواح است فیمابین تشام روحی و نفس رحمانی کہ تعلق ندارد بکسب و فکر قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَشْرَبَهُمْ بیان ما غنیت نوشیدند آن ارواح از دریاے عنایت ربانی و انوار سبحانی نہ از حس نفس و تصور عقل لانہ طور وراء طور العقل و بعد ازین می فرماید

معنے یہ ہوئے کہ ارواح اون مواہب کو باہمی بکفتہ بدولت کشو والفت لیتے ہین کیونکہ ارواح جنود مجندہ ہین جو پسند خاطر ہوتا ہے لیتے ہین او جو ناپسند ہوتا ہے نہین لیتے تو اون کی باہمی الفت تشام روحی و نفس قدسی سے ہے تو مواہب اصفیا و مشایخ اولیا و مقربین باہمی بہ یہ روحانی بتشام روحی و نفس رحمانی ہے جو کسب و فکر سے متعلق نہین قد علم کل اناس مشربہم[1] اسی کا بیان ہے اور اون ارواح نے دریاے عنایت ربانی و انوار سبحانی سے نوش کیا حس نفس و تصور عقل سے کیونکہ یہ ایک طور وراے طور عقل ہے پھر فرماتے ہین

قوله وَقَدِ انْدَرَسَ كَثِيرٌ مِنْ دَقَائِقِ عُلُومِهِمْ كَمَا انْطَمَسَ كَثِيرٌ مِنْ حَقَائِقِ رُسُومِهِمْ

اقول اندراس کہنہ شدن انطماس محو شدن یعنی محو گشت امروز بسیارے از باریکیہاے علوم شان چنانکہ کہنہ شدند بمنزلہ نابود رسیدند بسیارے از حقایق رسوم شان زیرا کہ ظاہر عنوان باطن است و در ظاہر از آداب حقایق شان ہیچ باقی نیست و تائید آورد بقول سلف و گفت۔

اندراس پرانا پڑ جانا انطماس مٹ جانا یعنی آج تو اون اونکے علوم کی بہت سی باریکیان مٹ گئین جسطرح بہت سے حقایق رسوم کہنہ و ناپید ہو گئے کیونکہ ظاہر عنوان باطن ہے اور بظاہر اون کے آداب حقایق کچھ بھی باقی نہین اور قول سلف سے تائید لاکر فرمایا۔

قوله وَقَدْ قَالَ الْجُنَيْدُ عِلْمُنَا هٰذَا قَدْ طُوِيَ بِسَاطُهُ مُنْذُ كَذَا سَنَةً وَنَحْنُ نَتَكَلَّمُ فِي حَوَاشِيهِ

[1] بیشک جان لیا ہر شخص نے اپنے مشرب کو۔

وَهٰذَا الْقَوْلُ مِنْهُ فِيْ وَقْتِهٖ مَعَ قُرْبِ الْعَهْدِ بِعُلَمَاءِ السَّلَفِ وَصَالِحِي التَّابِعِيْنَ فَكَيْفَ هٰهُنَا ذٰلِكَ مَعَ بُعْدِ الْعَهْدِ وَقِلَّةِ الْعُلَمَاءِ الزَّاهِدِيْنَ وَالْعَارِفِيْنَ بِحَقَائِقِ عُلُوْمِ الدِّيْنِ

پس تاسف میکند شیخ و میفرماید کہ قول جنید بغدادی
در وقت او ست با قرب زمان تابعین و این منقوض
نیست بقوله یقول الجاہل الخ زیرا کہ آن قول
بطریق انکار بود از علماء وقت و حرمان محض از حظوظ
نعمت وقت پس قول او و ما فقدوا بطریق رد
است و این بطریق تاسف و شک نیست کہ بقدر
کہ جمال دین و کمال یقین در عهد نبوی و سلف صالح
بود بعد او شان نماند پس تاسف کرد و این جایز است
و انکار جایز نہ چہ او محروم میگرداند جہال را از نعمتہا
صوفیہ و بے شک علماء امت قائم بحق اند پس
انکار نیست مگر بحرمان محض والحمد لله و چون
فارغ شد از مقدمات تالیف متوجہ شد بسوی حق و گفت

یعنی حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ تاسف کرکے فرماتے ہین
کہ حضرت جنید بغدادی کا یہ مقولہ اپنے زمانے مین تھا
کہ جب زمانہ حضرات تابعین قریب تھا اور یہ اونکے
ارشاد یقول الجاہل کے خلاف نہین کیونکہ وہ ارشاد
بطریق انکار علماء وقت سے اور حظوظ نعمت سے حرمان
محض کے تھا تو حضرت مصنف کا یہ قول کہ ما فقدوا تردید
ہے اور یہ تاسفًا اور اسمین شک نہین کہ جسقدر جمال دین و
کمال یقین زمانہ نبوی صلعم و سلف صالح مین تھا وہ پھر
نہین رہا لہذا تاسف جائز ہے انکار جائز نہین کیونکہ وہ جاہلان
کو نعمت صوفیہ سے محروم کردیتا ہے اور علماء امت قائم بحق کا
انکار بجز بدنصیبی کے اور کچھ نہین جس سے بچنا چاہیے پھر
بعد تالیف مقدمات خدا کی طرف متوجہ ہوکر فرماتے ہین

قوله وَاللّٰهُ الْمَأْمُوْلُ اَنْ يُّقَابِلَ جُهْدَنَا الْقَلِيْلَ بِحُسْنِ الْقَبُوْلِ

اقول مامول مشتق از امل بمعنی امید و مقل بضم میم و فتح اکر
و قبول بفتح اول پذیرفتن و برین وزن مصدر شاذ است
و بضمتین پیش آمدن کذا فی الصراح یعنی امیدوارم از حق کہ
کوشش قلیل مرا بجود و کرم او قبول کند با حسن قبول

مامول امل سے مشتق ہے جسکے معنی امید کے ہین اور مقل بضم
میم اندک را و قبول بفتح اول قبول کرنا اور اس وزن مصدر
شاذ ہے اور بضمتین پیش آنا صراح یعنی مین خدا سے اسکا امید
ہون کہ اوسکا جود و کرم میری اس قلیل کوشش کو بحسن قبول

خویش فانہ علیٰ ذالک قدیر۔
خاتمہ بعد ازین قدرے از حال مصنف ہم
توان دانست امام یافعی در القاب ایشان چنین نوشتہ
اوستاذ زمانہ فریدا وانہ مطلع الانوار منبع الاسرار
دلیل الطریقۃ ترجمان الحقیقۃ استاذ شیوخ الاکابر
الجامع بین علمی الباطن والظاہر قدوۃ العارفین
وعمدۃ السالکین العالم الربانی شہاب الدین ابو
حفص عمر بن محمد البکری السہروردی قدس اللہ
تعالیٰ سرہ کنیت ایشان ابوحفص ولقب شیخ الشیوخ
نسب شریفش بحضرت صدیق اکبر منتہی میگردد ولادت
با سعادت وے در ماہ رجب ۵۳۹ھ پانصد وسی ونہ
ہجری شد قطب زمان وغوث اوان عالم عامل وفاضل
کامل بودند مذہب شافعی میداشتند و در بغداد مشہور ترین
متاخرین بودند انتساب وے در طریقت بہ ابونجیب
سہروردی عم خود است وصحبت حضرت غوث الاعظم
سیدی محی الدین عبدالقادر جیلانی مشرف گشتہ فوائد
عظیم حاصل نمود آنحضرت رضی اللہ عنہ در حق وے فرمود
یا عمر انت اخر المشہورین بالعراق وحضرت میفرمود کہ در شباب
بعلم کلام مشغول بودم وکتابے چند ازان یادگرفتم من

قبول کرے کیونکہ وہ اسپر قادر ہے۔
خاتمہ مختصر حال حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ
امام عفیف الدین اسعد یافعی یمنی مکی نے آپکے القاب
یوں لکھے ہیں اوستاد زمان فرید دوران مطلع انوار
منبع اسرار دلیل طریقت ترجمان حقیقت استاد شیوخ اکابر
جامع علم باطن وظاہر قدوۃ العارفین عمدۃ السالکین
عالم ربانی شہاب الدین ابوحفص عمر بن محمد بکری سہروردی
قدس اللہ تعالیٰ سرہ آپکی کنیت ابوحفص اور لقب
شیخ الشیوخ ہے آپکا نسب شریف حضرت صدیق
اکبر رضی اللہ عنہم پر ختم ہوتا ہے ولادت با سعادت
آپکی ماہ رجب ۵۳۹ھ پانسو انتالیس ہجری میں
ہوئی قطب زمان غوث اوان عالم عامل فاضل کامل
شافعی مذہب اور بغداد میں مشہور ترین متاخرین
تھے آپکو اپنے چچا حضرت شیخ ابونجیب سہروردی
سے طریقت میں انتساب تھا اور حضرت غوث الاعظم
سیدنا محی الدین عبدالقادر جیلانی رض کی صحبت بابرکت
سے بھی مشرف ہوکر فیضیاب ہوئے تھے حضرت غوث الاعظم نے آپسے فرمایا کہ
اے عمر تم آخر مشہورین عراق ہو آپ فرماتے تھے کہ میں جوانی میں علم کلام
میں مشغول تھا اور اسکی اکثر کتابیں بھی مجھکو یاد تھیں میری چچا

مرا منع میکرد روزے ہمراہ او بزیارت حضرت شیخ عبد القادر
جیلانی رفتم مرا فرمود حاضر باش کہ پیش مردے میروم
کہ دل وے از خدائے تعالیٰ خبر میدہد و منتظر باش
برکات دیدار وے را چون نشستیم عمّ من عرض کرد
کہ یا سیدی این برادرزادہ من بعلم کلام مشغول است
ہر چند منع می کنم باز نمی آید حضرت فرمود اے عمر
کدام کتب حفظ کردۂ نام کتب عرض کردم او دست
خود بر سینہ من نہاد واللہ کہ یک لفظ ازان یاد نماند و از
علم لدنی مملو گشت آنچہ یافتم ببرکت او یافتم و برا تصانیف
است چون عوارف و رشف النصائح و اعلام الہدیٰ
فی عقیدۃ ارباب التقی وغیرہا و عوارف کتابیست لاجواب
باین جامعیت کتابے از متاخرین ننوشتہ و در مجمع السلوک
مولفہ حضرت شیخ سعد خیرآبادی تعریفش این کتاب و
آمدنش در ہندوستان بتفصیل مرقوم است باید دید
عوارف در مکہ معظمہ تصنیف کردہ ہرگاہ بر وامرے مشکل
شدے طواف خانہ کردے و طلب توفیق از حق کردے
حضرات مقتدایان مثل حضرت شیخ نظام الدین
اولیا محبوب الٰہی دہلوی و حضرت شیخ قطب الدین دمشقی
صاحب رسالہ مکیہ و حضرت مخدوم شاہ مینا لکھنوی

اُس سے مجھکو منع فرمایا کرتے تھے ایک روز وہ حضرت شیخ
عبد القادر جیلانی رض کی زیارت کو چلے مین بھی اُنکے ساتھ تھا
مجھ سے فرمایا کہ خبردار رہو مین ایسے شخص کے حضور مین
جا رہا ہون جسکے دل کو خدا خبرین دیا کرتا ہے اور اوسکے
برکات زیارت کے منتظر رہنا جب ہم حاضر ہوئے تو میرے چچا نے
عرض کیا کہ یا حضرت میرا بھتیجا علم کلام کا بڑا شایق ہے ہر چند
منع کرتا ہون نہین مانتا ہے حضرت نے مجھسے فرمایا کہ کون کون
کتابین یاد کی ہین مینے کتابون کے نام لیے حضرت نے اپنا دست
مبارک میرے سینے پر پھیرا خدا کی قسم کہ پھر مجھکو ایک لفظ بھی
یاد نہ رہی اور میرا سینہ علم لدنی سے بھر گیا مینے جو کچھ پایا اونھین
کی برکت سے پایا عوارف و رشف النصائح و اعلام الہدیٰ
فی عقیدۃ ارباب التقی وغیرہ آپکی تصنیفات ہین عوارف لاجواب
کتاب ہے متاخرین مین کسی نے ایسی جامع کتاب نہین لکھی مجمع السلوک
مولفہ حضرت مخدوم شیخ سعد خیرآبادی مین اسکی تعریف اور اسکا
ہندوستان مین آنا مفصل مذکور ہے اسے آپنے مکہ معظمہ مین
لکھا جب کوئی مشکل پیش آتی تھی تو طواف کرکے دعا مانگتے
تھے وہ حل ہو جاتی تھی حضرات مقتدایان دین مثل
حضرت شیخ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی حضرت شیخ
قطب الدین دمشقی صاحب رسالہ مکیہ و حضرت مخدوم شاہ مینا لکھنوی

و غیرہم از اساتذۂ خویش خواندہ و سند گرفتہ و مدار
کار خود برین کتاب داشتہ و الحمد للہ کہ سند این
کتاب مستطاب در خاندان فقیر بوجہ وسایط قلیلہ
خود از نوادر شمردہ می شود و آن این کہ فقیر اجازت
و سماع او از والد ماجد خود می دارد و او شان از عم خود
و او شان از والد خود حضرت مولانا شاہ تراب علی
قلندر و او شان از والد خود حضرت عارف باللہ
شاہ محمد کاظم قلندر و او شان از حضرت پیر و مرشد
خود جناب کلید عرفان شاہ باسط علی قلندر الٰہ آبادی
و آنحضرت بطور اویسی از حضرت مصنف کتاب
سند اشتند ارباب طریقہ از بلاد دور و نزدیک
استفتا ہاے مسائل از و میکردند چنانچہ در نفحات
است کہ کتب الیہ بعضہم یا سیدی ان
ترکت العمل اخلدت الی البطالۃ وان عملت
اد خلنی العجب فکتب الیہ فی جوابہ اعمل
واستغفر اللہ من العجب و در رسالۂ اقبالیہ
مذکور است کہ شیخ رکن الدین علاء الدولہ گفتہ
است کہ از شیخ سعد الدین حموی پرسیدند کہ شیخ
محی الدین ابن عربی را چون یافتی گفت بحر مواج

وغیرہ نے اپنے اوستادون سے پڑھکر سند لی اور اپنی تمام
امور کا مدار و مدار اسی کتاب پر رکھا اور خدا کا شکر ہے کہ اس
کتاب مستطاب کی سند میرے خاندان مین کبھی بوجہ
کم واسطون کے ایسی ہے جو نہایت نادر سمجھی جاتی ہے اور
وہ اس طرح کہ مین نے اسے اپنے والد ماجد سے پڑھا اور
اجازت لی اور اونھون نے اپنے چچا سے اور اونھون نے اپنے
والد سے اور اونھون نے اپنے والد حضرت عارف باللہ
شاہ محمد کاظم قلندر سے اور اونھون نے اپنے پیر و مرشد حضرت
کلید عرفان شاہ باسط علی قلندر الٰہ آبادی سے اور اونھون نے
اویسیا حضرت مصنف کتاب سے اجازت لی۔ ارباب
طریقت دور و نزدیک شہرون سے آپ سے مسائل دریافت
کرتے تھے چنانچہ نفحات مین ہے کہ بعضون نے آپ کو
لکھا کہ یا حضرت اگر مین عمل چھوڑ دیتا ہون تو بیکاری
مین رہ جاتا ہون اور اگر عمل کرتا ہون تو عجب مجھ مین
آ جاتا ہے آپ نے جواب مین لکھا کہ عمل کر اور اللہ سے
عجب پر استغفار کر۔ رسالۂ اقبالیہ مین ہے کہ شیخ رکن الدین
علاء الدولہ نے فرمایا کہ شیخ سعد الدین حموی سے لوگون
نے پوچھا کہ آپ نے حضرت شیخ محی الدین ابن عربی
کو کیسا پایا فرمایا کہ دریاے ناپید اکنار ہین

لا نهایة له گفتند که شیخ شهاب الدین را چگونه یافت
گفت نور متابعة النبوی فی جبین السهروردی
کشئ اخفی انتهی و پوشیده نماند که اقوی بودن
این تعریف نظر بمفهوم صریح است زیرا که از تعریف
نفی متابعت مفهوم نمی گردد پس تواند بود که باوجودیکه
بحر حقایق است در کمال متابعت بوده باشد
بلکه بے کمال متابعت بحر حقایق نمی تواند بود
واللہ اعلم۔ از خلفاے ایشان حضرت نور الدین
مبارک غزنوی و حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی
و شیخ نجیب الدین علی برغش شیرازی و شیخ
حمید الدین ناگوری و از جملہ مسترشدان شیخ
سعدی شیرازی بود وفات وے در غرہ محرم
سنہ ۶۳۲ ششصد و سی و دو است و مزار مبارک
درون شہر بغداد است و عمر شریف نود و سہ سال بود

والحمد للہ علی ما اعاننی فی تسوید ہذا
الشرح فقط

پھر پوچھا اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کو
فرمایا کہ نور متابعت نبوی سہروردی کی پیشانی میں
اور ہی چیز ہے۔ مخفی نہ رہے کہ اس تعریف کا زیادہ
قوی ہونا بنظر مفہوم صریح ہے کیونکہ اس سے حضرت
شیخ اکبر کی نفی متابعت نہیں پائی جاتی ممکن ہے
کہ وہ بھی باوجود بحر حقایق ہونے کے متابعت میں
بھی کامل ہوں بلکہ بلا کمال متابعت بحر حقایق ہو نہیں
سکتے۔ آپ کے خلفا میں حضرت سید مبارک غزنوی
اور حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی۔ اور حضرت
شیخ نجیب الدین علی برغش شیرازی۔ اور حضرت شیخ
حمید الدین ناگوری قدست اسرارہم ہیں۔ اور منجملہ
مسترشدین حضرت شیخ سعدی بھی تھے آپکی وفات
غرہ محرم سنہ ۶۳۲ ہجری میں ہوئی۔ عمر شریف ترانوے ۹۳
سال کی ہوئی مزار مبارک اندرون شہر بغداد ہے

خداوند عالم کا شکر ہے جس نے مجھکو یہ شرح لکھنے
کی توفیق عطا فرمائی۔

باہتمام محمد قادر بخش مالک مطبع اصح المطابع کھوی ٹولہ لکھنؤ
اس کارخانہ میں ہر قسم کا رنگین ملان کا کام بکفایت چھپ سکتا ہے اور حسب منشا دیا جاتا ہے۔ خاکسار
سے پبلک واقف ہے